بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

قادیان دار الامان

رسالہ تشحیذ الاذہان

مرتبہ قاضی محمد ظہور الدین اکمل

قیمت فی پرچہ

تمام خط و کتابت بنام منیجر | جلد ۱۴ | نمبر

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء مطابق محرم الحرام سنہ ۱۳۳۸ھ

فہرست مضامین

قیمت سالانہ عوام عا۸ر سے غیر ممالک سے ۳ طلباء سے عگر

باہتمام شیخ عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں چھپا اور عبد السلام پبلشر نے شائع کیا

تشحیذ کی اپیل کا جواب

جناب ناظر صاحب تالیف و اشاعت نے حسب اجازت و منشاء حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ جماعت احمدیہ سے درخواست کی تھی کہ وہ تشحیذ پر جو ساڑھے چھ سو روپیہ قرض ہے اسکے ادا کرنیکے لئے چندہ دیں۔ اور کچھ اس کے فنڈ کے استحکام کیلئے۔ کل ایک ہزار روپیہ ہو۔ دوم کم از کم پانسو خریدار مہیا کر دیا جائے تاکہ آئندہ رسالہ اپنا خرچ آپ چلا سکے۔ اس کے جواب میں جن دوستوں نے توجہ فرمائی ہے ان کے نام درج ہو چکے ہیں اب مزید نام شکریہ کے ساتھ درج کیئے جاتے ہیں:۔

(۱) جناب چھجو خانصاحب عمر (۲) جناب انوار حسین خانصاحب عار (۳) جناب محمد شفیع صاحب میانوالی سے (۴) جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاور عنہ (۵) جناب محمد غوث صاحب حیدرآباد دکن عـــہ (۶) جماعت لاہور عـــہ (۷) جناب سکرٹری جماعت احمدیہ سیالکوٹ عہ (۸) جناب عبدالرحیم صاحب راولپنڈی عار (۹) جماعت دھیر کے صہ (۱۰) جناب بشیر حسین صاحب بسی عہ (۱۱) جناب ڈاکٹر گوہر الدین صاحب کرانچی صہ (۱۲) جناب فضل الرحمن صاحب سامانہ للعہ۔ گذشتہ تین ماہ میں ۱۴۸ وصول ہوئے۔

گویا ابھی ادائے قرض کیلئے بھی پانسو روپیہ مزید چاہیئے۔ چار بار بذریعہ الفضل احباب کو یاددہانی کرائی گئی ہے۔ اور ایک بار تمام سکرٹریان اور انجمنہائے احمدیہ کے نام خطوط بھیجے گئے ہیں۔ باوجود اس جد و جہد کثیر کے جسمیں علاوہ محنت کے روپیہ بھی خرچ ہوا ہے۔ ابھی صرف پچیس تیس احباب کی توجہ کو مبذول کیا جا سکا ہے۔ کیا اسکے یہ معنی ہیں کہ کسی رسالے کا مقررہ حجم کے ساتھ علمی مضامین لئے ہوئے پورے گیارہ سال پورے وقت پر شائع ہوتے رہنا کچھ قابل قدر بات نہیں۔ اور تشحیذ کو اپنے اس انجام کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے جسکے خوف سے تقریباً ایک سال سے میں ناظرین کرام سے اپیل کر رہا ہوں۔ خریدار بھی بیس اکیس سے زیادہ نہیں بڑھے۔ ایکبار میں پھر احباب کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اسوقت خاص ہمت سے کام لیں۔ اور تشحیذ کے فنڈ کو مضبوط کر دیں اور اسکے خریدار بڑھائیں جن دوستوں نے ابھی تک توجہ نہیں فرمائی وہ اب ہی نظر کرم فرمائیں۔ اور جو اعانت کے وعدے فرما چکے ہیں وہ اپنا اپنا وعدہ پورا کریں تشحیذ کا بقایا بعض دوستوں کے نام ایک ہزار سے متجاوز ہے۔ اگر بقایا داران توجہ فرمائیں۔ تو ان کی عنایت ہے۔

نیازمند مینیجر تشحیذ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء

کفارہ

حکیم فضل الرحمن صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اور خدا نے اس عزیز نوجوان کو توفیق دی ہے کہ اپنی زندگی خدا کی راہ میں وقف کرے۔ آج کل وہ سٹڈی میں مصروف ہیں۔ یہ مضمون ان کے افکار کا نتیجہ ہے۔ جو امید ہے۔ طالبان حق کے لئے مفید ثابت ہوگا ❊

تعریف کفارہ

عیسائیوں کا یہ خیال ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام جو بالکل بیگناہ اور معصوم تھے۔ اپنے پر ایمان لانے والوں کی خاطر جو اس وقت موجود تھے۔ یا مابعد میں عیسائی ہونے والے تھے۔ ان سب کے گناہ اپنے سر پر اٹھا کر صلیب پر چڑھ گئے۔
اب سوال یہ ہے۔ کہ **ضرورت** اس کی کیا پیش آئی تھی تو معلوم ہو کہ عیسائی صاحبان اس طرح پر اس کو بیان کرتے ہیں۔ کہ "انسان گنہگار ہے۔ جس کا نتیجہ موت بلکہ جہنم کی سزا

ہے۔ لیکن خدا رحیم ہے۔ وہ سزا دینا نہیں چاہتا۔ اور عادل بھی ہے۔ اس لئے اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ انسان کو اس کے بد اعمال کی سزا ضرور دیجائے۔ لیکن رحم اور عدل ایک جگہ اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ تو اس مشکل کو بیٹے (یسوع) نے یوں حل کیا۔ کہ اسنے کہا کہ میں بیگناہ ہو کر انسان کے بدلہ سزا بھگتا ہوں۔ انسان کو چھوڑ دیا جائے۔ خدا نے یہ بات منظور کی۔ اس طرح سزا بھی پوری ہو گئی۔ عدل پورا ہوا۔ انسان بھی بچ گیا۔ رحم پورا ہوا۔"

یہ ہے ضرورت کفارہ کہ جس کو مسیحی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اور میرے خیال میں اس سے بڑھ کر کوئی بات بے دلیل نہیں۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا عقل اس مسئلہ کو تسلیم کرتی ہے یا دھکے دے کر اس کو اپنے مکان سے نکالتی ہے۔

اول کہا جاتا ہے۔ کہ کفارہ کے بغیر عدل قائم نہیں رہتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ خود عدل کے منافی ہے۔ کیونکہ یسوع بیگناہ تھا۔ لیکن دوسرے کا بوجھ ان کے سر ڈالا گیا۔ کیا زید کا بوجھ بکر کے سر پر رکھدینا عدل کے خلاف نہیں؟ اگر یہ کہا جائے۔ کہ حضرت مسیح خود رضامند تھے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ پھر وہ ساری رات روتے اور دعائیں کرتے رہے۔ کہ الٰہی یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے۔ اور اسی پر بس نہیں۔ بلکہ جب انہیں صلیب دیا گیا۔ تو اس وقت بھی وہ فرماتے ہیں۔ کہ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ ہرگز رضامند نہ تھے۔ اور انہیں عدل کی خلاف ورزی کرتے ہوئے محض ظلم کی راہ سے صلیب پر لٹکایا گیا۔

دوم۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اگر خدا تعالیٰ بغیر سزا کی حد کے کسی نہ کسی طرح پورا کرانے کے مخلوق کو رحم کر کے چھوڑ دیتا۔ تو خلقت گناہ پر دلیر ہو جاتی۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ کفارے کو مان کر کے بھی انسان نے دلیری نہ چھوڑی۔ بلکہ اس کی بدولت وہ اتنا دلیر ہوا کہ جس کی کوئی حد نہ رہی۔ برخلاف اس کے رحم کی امید میں انسان اتنی جرأت سے کام نہ لیتا۔ کیونکہ اسکو یہ شبہ رہتا۔ کہ شاید مجھ پر رحم ہو گا یا نہ ہو گا۔ اس لئے وہ اس ڈر میں ہی بدیوں سے بچنے کی کم از کم کوشش ضرور کرتا رہتا۔

سوم۔ کہا جاتا ہے کہ گناہوں کی معافی کا کوئی ذریعہ سوائے کفارہ کے نہیں۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں۔ کہ ہزاروں سامان گناہوں کی معافی کے خدا تعالیٰ نے مہیا فرما رکھے ہیں۔ دیکھا جاتا ہے۔ کہ جب انسان اپنی غلطی سے کوئی ایسی غذا کھا لیتا ہے۔ کہ جو اس کے معدہ کے ساتھ موافقت نہیں کرتی۔ تو فوراً اس کے معدہ میں درد شروع ہو جاتی ہے۔ تو گویا یہ ایک گناہ قانون قدرت کا وہ اپنے جسم کے متعلق کرتا ہے۔ جس کی سزا اسے ملتی ہے۔ لیکن جب وہ اس کے علاج کیطرف رجوع کرتا ہے۔ تو اسے فوراً آرام آجاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ غلطیوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

پس جب کہ خدا نے جسم کے لئے جو آج ہے۔ تو کل نہیں۔ اگر کل ہے۔ تو پرسوں نہیں۔ اس قدر سامان مہیا فرما رکھے ہیں۔ کہ اس کو تکلیف نہ ہو۔ تو روح کے آرام کی خاطر کیا کچھ ضروریات بہم پہنچائی نہ ہونگی۔

چہارم۔ کیا کبھی کوئی ایسا معالجہ بھی دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ایک مریض مثلاً سر درد والا اس کے پاس علاج کے لئے آیا ہو۔ اور وہ اپنے سر پر پتھر اٹھا کر مارے۔ ایسا کرنیوالا ضرور مجنون سمجھا جاویگا۔ پس کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ ایک شخص کسی دوسرے کے گناہ اٹھا کر اس کو سبکدوش کردے۔

پنجم۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہمیشہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان کیجاتی ہے مثلاً میدان جنگ میں سپاہی ہی ہوتے ہیں جو آگے جا کر لڑتے ہیں۔ اور بادشاہ پیچھے رہتے ہیں۔ نہ کہ بادشاہ آگے اپنی جان معرض خطر میں ڈالتے۔ اور سپاہی پیچھے آرام سے بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ہرا بھرا کھیت جانوروں پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک کسان کا بیل بھو کا مر رہا ہو۔ اور اس کے کھیت میں چارہ بھی کھڑا ہو۔ تو وہ یہ کبھی نہیں کہیگا۔ کہ بیل سو روپیہ کا مرتا ہے۔ تو مر جائے۔ لیکن چارہ دس روپیہ کا میں اسے ہرگز نہ کھلاؤ نگا۔

پس یہ بالکل ایک ناقابل تسلیم بات ہے۔ کہ یسوع جو ایک برگزیدہ انسان تھا۔ بلکہ بقول عیسائیوں کے نہ صرف خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا تھا۔ وہ ہم گنہ گاروں کی خاطر قربان کر دیا گیا ہو۔

نقلی دلائل کی پڑتال

اب ہم توریت اور انجیل کی ورق گردانی کر کے دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دیتی ہیں۔ یا حضرات عیسائی صاحبان کی پیٹھ بھرتی ہیں۔ لیکن ہم قبل اس کے کہ کوئی عبارت بائبل میں سے نقل کریں۔ دعوے کے ساتھ کہے دیتے ہیں۔ کہ ہرگز ایک بھی آیت ایسی نہ ملیگی۔ جو واقعہ میں کفارہ کو ثابت کر سکے۔

اول۔ خروج $\frac{۳۲}{۳۰ \text{ تا } ۳۵}$۔

"اور دوسرے دن کو یوں ہوا۔ کہ موسےٰ نے لوگوں سے کہا۔ کہ تم نے بڑا گناہ کیا۔ اور اب میں خداوند کے پاس اوپر جاتا ہوں۔ کہ شائد میں **تمہارے گناہ کا کفارہ کروں**۔ چنانچہ موسےٰ خداوند پاس پھر گیا۔ اور کہا۔ ہائے ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا۔ کہ اپنے لئے سونے کا معبود بنایا۔ اور اب کاش! کہ تو انکا گناہ معاف کرتا۔ اگر نہیں تو میں تیری منت کرتا ہوں۔ کہ تو مجھے اپنے اس دفتر سے جو تو نے لکھا ہے۔ میٹ دے۔ اور خداوند نے موسےٰ سے کہا۔ کہ جس نے میرا گناہ کیا ہے۔ میں اسی کو اپنے دفتر سے میٹ دونگا۔ اور اب روانہ ہو کے لوگوں کو جہاں میں نے تجھے کہا۔ لیجا۔ دیکھ میرا فرشتہ تیرے آگے ہے۔ لیکن مطالبہ کے دن میں ان سے ان کی خطا کا مطالبہ کرونگا۔ اور خداوند نے ان کے بچھڑے بنانے کے سبب جسے ہارون نے بنایا تھا۔ مری بھیجی"

بنی اسرائیل ایک گناہ کرتے ہیں جس کا علم حضرت موسےٰ کو ہوتا ہے۔ وہ خداوند کے پاس جا کر ان کی سفارش کرتے ہیں۔ کہ یا تو ان کے گناہ بخش دے۔ یا پھر میری جان ان کے گناہوں کے عوض نکال لے۔ لیکن خدا کہتا ہے۔ کہ میں ان کے گناہوں کی سزا انہی کو دونگا۔

پس جب کہ موسیٰ خود رضا مند ہے۔ اور خدا اس کی جان ان کے بدلے نہیں نکالتا
تو یسوع مسیح جو بالکل راضی نہیں تھا۔ (جیسا کہ ہم عقلی دلیل نمبر۱ میں ثابت کر چکے ہیں۔)
کیونکہ خدا نے اس کی جان لے لی۔

دوم۔ کتاب استثنا ۹/۱۷ تا ۲۰

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے خداوند کا ایک گناہ کیا۔ انہوں نے ایک گوسالہ کو معبود بنایا۔ تب خداوند غصے میں آیا۔ اور چاہا کہ ان لوگوں کو ہلاک کر دے۔ لیکن موسیٰ چالیس رات اور دن پہاڑ پر رہا۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتا رہا۔ تب خداوند نے اس وقت موسیٰ کی سنی۔ اور ان کو معاف کر دیا۔

اس جگہ کسی کو کفارہ نہیں ہونا پڑا۔ بلکہ قوم کی غلطی کی وجہ سے ان پر ایک بلا آئی۔ تب ان کے نبی نے ان کے لئے دعا کی۔ وہ دعا اور سفارش قبول ہوئی۔ اور وہ قوم بغیر کسی کفارہ کے رہا کر دی گئی۔

سوم۔ ۲۔ تواریخ ۷/۱۳ تا ۱۴

"جو میں آسمان کو بند کروں۔ کہ بارش نہ ہوئے۔ اور ٹڈیوں کو فرماؤں۔ کہ زمین کو خراب کریں۔ اور جو میں اپنے لوگوں کے درمیان مری بھیجوں۔ پس اگر میرے لوگ جو میرے نام سے کہلائے جاتے ہیں۔ اپنے تئیں عاجز کریں۔ اور میرا منہ ڈھونڈیں۔ اور میری راہوں سے پھریں۔ تو میں آسمان پر سے سنونگا۔ اور ان کی خطائیں بخشونگا۔"

اس جگہ خداوند عالم نے فرمایا ہے۔ کہ اگر تم کوئی خطا کر بیٹھو جس کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہو جاؤں۔ تو تم یہ نہ سمجھ لینا۔ کہ بس اب ہماری خطا بخشی ہی نہیں جا سکتی نہیں ضرور بخشی جائیگی۔ اور وہ اس طرح نہیں۔ کہ تم میں سے ایک شخص اٹھ کر اپنی جان گنوا دے اور کہے۔ کہ میں تمہارے گناہوں کے بدلے کفارہ ہوتا ہوں۔ بلکہ اس کا طریق یہ ہے۔ کہ تم میرے آگے جھکو اور مجھ سے بخشش طلب کرو۔ کہ اے خدا ہم سے گناہ ہو گیا۔ تو ہم کو معاف کر دے۔ تب میں تم کو معاف کر دونگا۔

دیکھئے اس جگہ دعا اور استغفار کی تعلیم دی۔ نہ کہ کفارہ کی۔

چہارم۔ ملاحظہ ہو متی ۶/ ۱۲-۱۵ ۔

حضرت مسیح گناہوں کے بخشوانے کا ذریعہ اپنے شاگردوں کو کیا بتاتے ہیں۔ آیا کفارہ پر ایمان لانا۔ یا کوئی اور طریق۔ لکھا ہے۔

"اور جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں۔ تو ہمارے دین ہم کو بخش دے .... اس لئے اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے۔ تو تمھارا باپ بھی جو آسمان پہ ہے۔ تمھیں بخشے گا۔ پر اگر تم آدمیوں کو ان کے گناہ نہ بخشو گے۔ تو تمہارا باپ بھی تمہارے گناہ نہ بخشے گا۔

اس جگہ یہ نہیں فرمایا۔ کہ تم کفارے پر ایمان لے آؤ۔ بلکہ فرمایا۔ کہ اپنے اندر رحم کی صفت پیدا کرو۔ تا تم رحم کئے جاؤ۔ اور بخشے جاؤ۔

پنجم۔ "تنگ دروازے سے داخل ہو۔ کیونکہ چوڑا ہے وہ دروازہ۔ اور کشادہ ہے وہ راستہ جو ہلاکت کو پہنچاتا ہے۔ اور بہت ہیں۔ جو اس سے داخل ہوتے ہیں۔ کیا ہی تنگ وہ دروازہ اور سکڑی ہے وہ راہ جو زندگی کو پہنچاتی اور تھوڑے ہیں جو اسے پاتے۔" متی ۷/ ۱۳-۱۴ ۔

دیکھئے ان آیات میں حضرت مسیح نے نجات پانے کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ فرمایا۔ جو دکھ اٹھائیگا۔ ریاضتیں کریگا۔ اور مشکلات میں سے گزریگا۔ اسی کا حق ہے۔ کہ وہ نجات پاوے۔ اور جو شخص عیش و عشرت میں گزارتا اور مزے کرتا ہے۔ وہ نجات پانے کا ہرگز مستحق نہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفارہ کیسی راہ ہے۔ آیا یہ کشادہ دروازہ ہے یا تنگ۔ تو معلوم ہو۔ کہ کفارہ پر ایمان کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے۔ کہ ایمان لائے اور گناہ پر دلیری بڑھی۔ فرمائیے۔ ناظرین۔ کیا کفارہ پر ایمان لانے والے کی نجات ہو سکیگی؟

ششم۔ ملاحظہ ہو یسیاہ نبی کی کتاب کا ۵۵/ ۶-۷

"جب تک کہ خداوند مل سکتا ہے۔ تم اسے ڈھونڈو۔ جب تک کہ وہ نزدیک ہے۔ تم اسے پکارو۔ وہ جو شریر ہے۔ اپنی راہ کو ترک کرے۔ اور بدکردار اپنے

خیالوں کو۔ اور خداوند کیطرف پھرے۔ کہ وہ اس پر رحمت کریگا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کریگا۔"

ان آیات میں یسیاہ نبی نے نہایت صفائی سے گناہوں کی معافی کا ذریعہ بتلایا ہے۔ کہ پچھلی شرارتیں اور برے خیالات ترک کر دئے جائیں۔ اور آگے خدا کیطرف رجوع ہو۔ تا خدا بھی رجوع کرے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض وہ دلائل (جو مسیحی صاحبان کفارہ کے ثبوت میں دیتے ہیں۔) لکھ کر مختصراً ان کا جواب بھی دیدیا جائے۔ پہلی یہ دلیل دیجاتی ہے۔ کہ یرمیاہ نبی کی کتاب کے $\frac{31}{31-34}$ میں لکھا ہے۔ کہ۔

"دیکھ وے دن آتے ہیں۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے اور یہودیوں کے گھرانے کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں۔ جو میں نے ان کے باپ دادوں سے کیا جس دن میں نے ان کی دستگیری کی۔ تاکہ زمین مصر سے انہیں نکال لاؤں۔ اور انہوں نے میرے اس عہد کو توڑا۔ اور میں نے اسے ترک کر دیا۔ خداوند کہتا ہے۔ بلکہ یہ وہ عہد ہے جو میں اسرائیل کے گھرانے سے کرونگا۔ ان دنوں کے بعد خداوند فرماتا ہے۔ میں اپنی شریعت کو ان کے اندر رکھونگا۔ اور ان کے دل پر اس کو لکھونگا۔ اور میں ان کا خدا ہونگا۔ اور وے میرے لوگ ہونگے۔ اور وے پھر اپنے پڑوسی اور اپنے بھائی کو یہ کہکے نہ سکھاوینگے۔ کہ خداوند کو پہچانو۔ کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وے سب مجھ کو جانیں گے۔ خداوند کہتا ہے۔ کہ میں ان کی بدکاری کو بخش دونگا۔ اور ان کے گناہ کو یاد نہ کرونگا۔"

اگرچہ ہم چند آیتیں عہد عتیق سے لکھ کر یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ توریت اور صحف انبیاء میں کفارے کی تعلیم کہیں نہیں دیگئی۔ بلکہ برخلاف اس کے خدا تعالے سے گناہوں کی معافی کی تلقین کیگئی ہے۔ تاہم بعض عیسائی دوست اب آیات مذکورہ کے آخری فقرات سے کفارہ کو ثابت کرنے کی بے فائدہ کوشش کرتے ہیں۔

اگر تو بائبل سے یہ ثابت ہوتا۔ کہ خدا کسی کے گناہ بخش دیتا ہے۔ تو ہم سمجھ لیتے۔ کہ یہاں جو گناہوں کی معافی کا ذکر ہے۔ تو یہ کوئی نئی بات ہے۔ لیکن جب یہ ثابت ہو چکا۔ کہ کئی بار بنی اسرائیل کے گناہ بخشے جا چکے ہیں۔ تو پھر کیوں ان آیات سے کفارہ ثابت کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔

آؤ ہم بتائیں۔ کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے۔ اور یہ کن معنوں میں استعمال ہوئیں۔ اس جگہ پر یہ فقرہ قابل غور ہے۔

"میں ان کے ساتھ نیا عہد باندھونگا۔ اس عہد کے موافق نہیں جو اُن کے باپ دادوں سے کیا۔"

بلکہ تشریح کے طور پر فرماتا ہے۔

"کہ ان میں اپنی شریعت رکھوں گا۔"

یہ تو ایک پیشگوئی ہے۔ جو آئندہ زمانہ کے لئے ہے۔ حضرت مسیح نہ تو کوئی شریعت لائے اور نہ کوئی ان کے ذریعہ عہد باندھا گیا۔ پس یہ پیشگوئی ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر پوری ہوئی۔ چنانچہ آپ کے ذریعہ ایک شریعت لوگوں میں رکھی گئی۔ اور عہد پورا کیا گیا۔ جس کیطرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم۔ پھر حضرت مسیح کے دو قول پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ ان میں کفارے کی تعلیم ہے۔

الف۔ "جب یسوع کے صلیب دئے جانے کا دن قریب آیا۔ تو اس نے ایک دن روٹی کھانے کے وقت روٹی اور انگور کا رس جماعت میں تقسیم کرتے ہوئے کہا۔ کھاؤ یہ میرا بدن ہے۔ اور پیو۔ یہ میرا لہو ہے یعنی نئے عہد کا لہو جو بہتوں کے گناہوں کی معافی کے لئے بہایا جاتا ہے۔"

پھر ایک جگہ لکھا ہے۔

"اچھا گڈریا میں ہوں۔ اچھا گڈریا بھیڑوں کے لئے اپنی جان دیتا ہے۔"

لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک عام کلام ہے۔ جو ایک نبی اور مصلح پر وارد ہوتا ہے۔ ہر ایک ریفارمر اپنی قوم کے ہاتھوں سے اپنی قوم ہی کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ پھر وہ درد سے دعائیں کرتا ہے کہ جن سے ان لوگوں کے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ قوم کی اصلاح نہ کرتا۔ تو کبھی ایسی تکالیف نہ اٹھاتا۔ ہر ایک دکھ اٹھانا قوم کی بہبودی کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ ہر وقت اپنی تکالیف کے باعث کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کے لئے دکھ اٹھائے۔

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اگرچہ حضرت مسیح کے اقوال میں یہ فقرہ پایا تو نہیں جاتا۔ لیکن یہ صحیح ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کی خاطر دکھ اٹھائے۔ اور بہت اٹھائے۔ پھر اس فقرہ میں کہ۔

"بہتیروں کے واسطے یہ خون بہایا جاتا ہے۔"

بہتیروں اور واسطے کے لفظ قابل غور ہیں۔

اگر یسوع مسیح تمام جہان کے ایمانداروں کے لئے سزا پانے والا تھا۔ تو یہ نہ کہتا۔ کہ "بہتیروں کے واسطے"۔ کیونکہ یہ لفظ صرف وہی لوگ ظاہر کرتا ہے۔ جو بنی اسرائیل میں سے اس کے مدنظر تھے۔

دوسرا واسطے کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے بدلہ دکھ نہیں اٹھارہا۔ بلکہ ان کی خاطر دکھ اٹھاتا ہے۔ کہ وہ اپنی اصلاح کریں +

فضل الرحمٰن

اطلاع ضروری:۔ یہ رسالہ معمول سے زیادہ چھپوایا گیا ہے۔ تا احباب کرام ۳ر فی پرچہ کے حساب سے یہ رسالہ منگوا کر مضمون فضیلت الاسلام عیسائی حلقوں میں مفت تقسیم کریں +

فضیلت الاسلام

علےٰ

ادیان الاقوام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ایک تقریر کا اپنے الفاظ میں مفہوم

۱۳ ر اگست سنہ ۱۹۱۹ء کو ایک مشنری عیسائی صاحب قادیان میں آئے۔ اور عصر کے بعد مسجد مبارک میں حضرت خلیفہ ثانی سے ملے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا۔ کہ آپ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔ کہ آپ جو لوگوں کو عیسائی مذہب میں داخل ہونے کے لئے بلاتے ہیں۔ عیسائی مذہب میں وہ کونسی ایسی چیز ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ نجات۔ حضرت نے ارشاد کیا۔ کہ نجات تو بہت ادنےٰ درجہ کی چیز ہے۔ کیونکہ نجات کے معنے ہیں بچ جانا۔ جیسا کہ چور چوری کی سزا سے بچ جائے۔ تو یہ خوبی نہیں اصل چیز فلاح ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جو نجات یافتہ ہے۔ وہ تو گویا اتنا تیرنا جانتا ہے۔ کہ ہاتھ پیر مار کر خود کنارے تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن فلاح یافتہ وہ ہے۔ جو نہ صرف خود پہنچتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بچاتا ہے۔ یا سزا سے ہی نہیں بچتا۔ بلکہ انعام حاصل کرتا ہے۔ تو جب عیسائیت کے مقابلہ میں اسلام فلاح بخشتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ ایک مسلمان عیسائیت کو قبول کرے +

اس پر گفتگو چلی۔ آخر عیسائی صاحب نے کہا کہ میں تو حضور سے فیض حاصل کرنے آیا ہوں میں بحث نہیں کر سکتا۔ اور خواہش کی کہ مجھے اسلام کے متعلق کچھ بتایا جائے۔ اس پر حضور نے ذیل کی تقریر فرمائی۔ جو اس وقت ساتھ ساتھ لکھی نہیں گئی۔ لیکن تاہم اس کا خلاصہ و مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اگر کوئی بات اسمیں غلط ہو۔ تو میرا قصور فہم اس کا ذمہ دار ہے۔

مذہب کی غرض

مذہب کی اصلی غرض و نہایت اعلےٰ اخلاق کا حاصل کرنا۔ اور اپنے خدا کی جو تمام جہانوں کا رب اور مالک اور واحد لاشریک خدا ہے۔ رضا کو پالینا ہے۔ اور یہ وہ غرض ہے جس کو تمام جہان کے مذاہب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ مذہب کی غرض یہی ہے۔

کیا اسلام اس غرض کو پورا کرتا ہے؟

اب ہم اسلام کے متعلق غور کرتے ہیں۔ کہ کیا واقعی اسلام وہ چیز پیش کرتا ہے جس کے لئے کوئی مذہب اختیار کیا جاتا ہے۔ اگر جواب اثبات میں ہے۔ تو ہم کسی مذہب کیطرف توجہ نہیں کرینگے۔ لیکن اگر برخلاف ازیں اسلام میں وہ بات نہ ہوئی۔ جو اسلام کی اصلی غرض ہے۔ تو ہمیں اسلام سے کوئی ہمدردی نہیں رہیگی۔ اور پھر ہماری نظر میں تمام مذاہب ایک ہی حیثیت میں ہو جائینگے

ادیان الاقوام میں فیصلہ کی آسان صورت

اس مسئلہ پر غور کرنیکے لئے اگر ہر ایک بات پر غور کریں۔ اور دیگر مذاہب کے ساتھ مقابلہ کریں۔ تو تمام عمر کی چھان بین کے بعد بعض مذاہب اس قسم کے ہونگے۔ جن کا ابھی علم بھی نہ ہوا ہوگا۔ اگر اسمی علم ہوگا بھی تو ان کے اصول و فروع کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکینگے۔ پس اس دقت سے بچنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایک ایسے اصل کو لیا جائے۔ جس کو اختیار کرنے کے بعد بحث جلد ختم ہو کر فیصلہ کی صورت نظر آجائے۔ باوجود اس کے کہ اناجیل تحریف شدہ ہیں۔ مگر ان میں ایک فقرہ ہے۔ جسے ہم حضرت مسیح کا ہی کلام یقین کرتے ہیں اور وہ یہ ہے۔ کہ

درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے۔ جس کو ہر عقلمند تسلیم کریگا۔ اسی اصل کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسلام کو لانے والے ہمارے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے جو کام کیا۔ آپنے جو درخت لگایا۔ اس کے نتائج اور اس کے پھل کیسے ہیں۔ اگر اس کے پھل شیریں اور نہایت خوش ذائقہ ہوئے۔ تب ہم تسلیم کرلینگے۔ کہ یہ درخت واقعی آسمانی ہے۔ لیکن اگر یہ نہ ہوا۔ تو ہم مان لینگے۔ کہ یہ اصل کے مطابق پورا نہ اترا۔ اس کے لئے ہمیں دو باتیں سوچنی چاہئیں۔ اول آنحضرت نے دنیا میں ظاہری کیا کیا تغیر کیا۔ مذہب میں کیا اصلاح کی۔ تمدن میں کیا کی۔ رسوم و عادات میں کیا کی۔ اخلاق میں کیا کی۔ دوسرے یہ کہ وہ مقصد اصلی یعنی خدا کو پالینا۔ اس میں کہاں تک کامیابی ہوئی۔ اب اس کے لئے کسی قدر تفصیل کی ضرورت ہے۔

عرب کی حالت قبل از اسلام

میں نے بتایا ہے۔ کہ ہمیں اصولی طور پر دیکھنا چاہیئے۔ کہ آنحضرتؐ نے دنیا میں جو تغیر کیا۔ وہ کیسا ہے۔ اس کے لئے آنحضرت کے قبل عرب کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔

بت پرستی عرب وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کی کیفیت یہ ہے۔ کہ بت پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور خاص کر بت پرستی کا مرکز ہے اور وہ لوگ بت پرستی کو معیوب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ اور شرک وہ نجاست ہے۔ جس کو تمام مذاہب کے لوگ برا خیال کرتے ہیں۔ ان میں خواہ کتنا ہی شرک ہو۔ مگر وہ مشرک کہلانا پسند نہیں کرتے۔

میں اس وقت بحث کے لئے نہیں۔ بلکہ تذکرۃً کہتا ہوں۔ کہ عیسائی لوگ باوجود تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث کے مسئلہ پر عقیدہ رکھنے کے مدعی ہیں کہ موحد وہی ہیں۔ اور باقی تمام لوگ مشرک ہیں۔ پس شرک وہ بری چیز ہے

جس کو مشرک بھی اپنی طرف منسوب کرنا نہیں چاہتے۔ اور مکہ جس جگہ واقعہ ہے وہ ایک بے آب وگیاہ وادی ہے۔ وہاں کوئی زراعت نہیں ہوتی۔ وہاں باغات نہیں۔ وہاں کے لوگوں کی روزی ہی بُت پرستی اور بُت پرستانی پر ہے۔ اور پھر وہ اس بُت پرستی کو معیوب نہیں خیال کرتے بلکہ اسپر فخر کرتے ہیں۔ کہ ہم اتنے خداؤں کے بندے ہیں۔ ان کی علمیّت کی یہ حالت ہی کہ لکھنا پڑھنا معیوب اور ننگ خیال کیا جاتا ہے۔ ان کی عادات ایسی بگڑی ہوئی ہیں۔ اور ان کی رسوم اس قسم کی قبیح ہیں کہ کچھ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً

شراب خوری پر فخر

وہ شراب پیتے ہیں۔ ایسے آدمی ڈھونڈے بھی نہیں ملینگے جو شراب پر فخر کریں۔ مگر عرب شراب پینے پر فخر کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے میری معشوقہ ان آٹھ وقتوں کے علاوہ جن میں میں شراب پیتا ہوں صبح کو اس وقت کہ ابھی میرے دوست سوئے ہوئے ہوں تو بیدار ہو کر مجھے شراب پلانا تاکہ میں اپنی شراب نوشی کے باعث اپر فخر کروں۔ آج بھی شراب نوشی ہوتی ہے اور بکثرت ہوتی ہے چنانچہ لندن کی شراب نوشی کے متعلق اندازہ کیا گیا ہے کہ لندن میں جس قدر شراب پندرہ سال میں پی جاتی ہے اگر اس کو جمع کر کے لنڈھایا جائے تو اس سے ایک دریا بہ نکلے۔ باوجود اس قدر شراب نوشی کے۔ لندن اپنی شراب نوشی پر فخر نہیں کرتا۔ اس میں شراب نوشی ایک گالی خیال کی جاتی ہے۔ چنانچہ "ڈرنکرڈ" (Drunkerd) کا لفظ وہاں بطور گالی کے استعمال ہوتا ہے۔ مگر عرب شراب نوشی کو معیوب نہیں جانتا۔ وہ شراب نوش کو گالی نہیں دیتا۔ بلکہ دوستوں میں فخر کے طور پر کہتا ہے کہ میں زیادہ شراب پیتا ہوں ؛

قمار بازی پر فخر

پھر جوئے بازی ہے آج بھی دنیا میں بڑے بڑے جوئے باز ہیں اور بہت بڑی بڑی جوئے بازی ہوتی ہے۔ اور بڑی بڑی لاٹریاں پڑتی ہیں۔ جوئے بازی کی اس کثرت کے باوجود یورپ جوئے بازی کو فخر نہیں جانتا۔ مگر عرب جوئے بازی کو بھی معیوب خیال نہیں کرتا۔ وہ جوا کھیلتا ہے اور ہارتا ہے پھر دوستوں کے مجمع میں فخریہ اظہار کرتا ہے۔ کہ میں وہ ہوں جو ایسا جوا کھیلنے والا ہوں اور اتنی دفعہ ہارا ہوں ؛

پابندی رسوم جاہلیت

وہ اپنی رسوم کا اتنا پابند ہے کہ دنیا کی متمدن قوموں سے ملنے کے باوجود بھی ان قبیح رسوم سے کنارہ کش نہیں ہوتا۔

ان میں رواج تھا کہ جب ایک شخص فوت ہوتا تو اس کے لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کو ترکہ کے طور پر تقسیم کرتے۔ اور بطور بیویوں کے اپنے استعمال میں لاتے۔ وہ ایرانیوں سے ملتے ہیں جو ایک متمدن ہیں۔ وہ رومیوں سے تعلقات تجارت کے باعث ملتے ہیں جو ایک متمدن اور ترقی یافتہ قوم ہے۔ اس میل ملاپ کا قدرتی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ان رسوم قبیح کو چھوڑ دیتے۔ مگر ان میں اور ترقی کرتے ہیں۔ اور ان رسوم میں بڑھتے جاتے ہیں ؂

وحشت و درندگی

ان کی درندگی کی یہ کیفیت ہے کہ مثلاً کسی کھیت میں کتیا نے بچے دیئے یا کسی فاختہ نے انڈے دیئے ہیں۔ کسی کا اونٹ اُدھر سے گذرا۔ یا کسی بچہ نے اینٹ مار دی۔ وہ بچہ مرگیا اور انڈے پھوٹ گئے۔ اس اتفاقی واقعہ نے ان کے جذبات درندگی کو بھڑکا دیا۔ اور انہوں نے بڑھکر اُس اونٹ کو مار دیا اور بچہ کی گردن اُڑا دی۔ اور کہا کہ ہماری ہتک کی گئی کہ ہمارے کھیت میں انڈے دینے والی فاختہ کے انڈے توڑ دیئے گئے۔ اور کتیا کا بچہ مار دیا گیا۔ پھر ان میں تلوار چلتی ہے اور ایک آدھ دن یا ایک آدھ مہینہ یا ایک آدھ سال میں ختم نہیں ہوتی برسوں گذر جاتے ہیں۔ چنانچہ بعض لڑائیاں ایک صد سال تک چلی ہیں۔ یورپ میں "ہنڈرڈ ایر وار" ہوئی ہے عرب میں بھی ہے۔ یورپ کی جنگوں کی کوئی وجہ ہوگی۔ مگر عرب میں جو "ہنڈرڈ ایر وار" ہوئی اس کی وجہ یہی تھی۔ جو میں نے بتائی ؂

خودسری

پھر وہ حریت کے اتنے دلدادہ تھے کہ ذرا سی بات میں ان کی ہتک عزت ہوجاتی تھی۔ عرب کا ایک بادشاہ ہوا ہے۔ اس نے عرب کے بہت سے ملک کے فتح کیا اس کو خیال ہوا۔ کہ اب میرا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اور میری اطاعت سے کوئی شخص آزاد نہیں ہوسکتا۔ ایک دن اس نے اپنے دربار میں کہا۔ کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے کہ وہ اور اس کی ماں میری ماں کی خدمت و فرمانبرداری نہ کرے۔ اس کو کہا گیا۔ کہ ہاں قریب ہی فلاں قبیلہ کا ایک شخص ہے وہ آپ کی اور اس کی ماں آپ کی ماں کی فرمانبرداری نہیں

کرینگے - اس بات کی آزمائیش کے لئے بادشاہ نے اس کو اور اس کی ماں کو بطور مہمان بلایا - اپنے خیمہ میں ٹھیرایا - اور اس کی ماں کو اپنی ماں کے پاس دوسرے خیمہ میں بھیجدیا - بادشاہ نے ماں کو سکھادیا تھا - کہ کسی حکمت عملی سے اس سے کوئی کام لینا جب باہر کھانا بھیجنے کا وقت آیا - تو بادشاہ کی ماں کھانا لگانے لگی - تو اس شخص کی ماں سے کہا کہ فلاں برتن پکڑا نا تاکہ میں باہر کھانا لگاکر بھیجدوں - اس پر وہ عورت کھڑی ہوگئی - اور اپنے قبیلہ کا نام لیکر کہنے لگی - کہ کیا تم میں کوئی بھی غیرت دار نہیں رہا کہ آج تمہارے سردار کی ماں کی بے عزتی کی گئی - جونہی اس شور کی آواز باہر مردانے خیمہ میں گئی - اس کے بیٹے نے اس بات کی تحقیق نہیں کی کہ حقیقت کیا ہے - فوراً اٹھا اور بادشاہ کی تلوار لیکر اسی سے بادشاہ کی گردن اڑادی اور کہا کہ تحقیق بعد میں کرونگا پہلے اپنی ماں کی بے عزتی کا بدلہ لے لوں - چنانچہ اس سے فارغ ہو کر زرو جواہر لیکر چلتا بنا - یہ عالم تھا عرب کی آزادی اور حریت کا کہ وہ کسی کے اتنا کہدینے کو کہ برتن پکڑا دینا اپنی ہتک عزت خیال کرتا تھا - اور کہنے والے کی جان لئے بغیر نہ ٹلتا تھا *

عرب کے ملک کی یہ کیفیت تھی جب اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے *

نبی کریمؐ نے عرب کی کایا پلٹ دی

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے اس ملک کی ان تمام بدعادات بدعقائد بدرسوم کو کس طرح بدل کر انہیں کیا سے کیا بنادیا - سب سے پہلے ان کے مذہب کو لیتے ہیں *

بُت پرستی عرب سے مٹادی

میں نے بتایا ہے - کہ وہ بُت پرست تھے - اور پھر مکہ والوں کی سبیل معاش بھی بُت پرستی ہی تھی اور آنحضرتؐ کا جس خاندان سے تعلق تھا وہ گویا مجاور تھا - اُن بتوں کا - اب غور کرنا چاہیئے - کہ وہ لوگ جن کا گذارہ ہی بتوں کے چڑھاوے پر ہو - اور ان کے لئے اور کوئی سبیل معاش نہ ہو - علاوہ مذہبی طور پر ایک بڑی بات ہونے کے کہ اپنے

قدیم خیال کا ترک کرنا مشکل ہوتا ہے ان کی دنیا کے لئے بھی کتنا کٹھن کام تھا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بُت پرستی کو اس جگہ سے ایسا اُڑا دیا کہ اس کا نشان تک مٹا دیا۔ اور آجتک اس بُت پرستی کے محو کرنے کے نشان کے طور پر ایک مؤذن کہتا ہے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ لوگ جن کی معاش ہی بتوں پر تھی۔ بتوں سے سخت بیزار ہو گئے اور کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی ان کو بُت پرستی پر مائل نہ کر سکی ✣

شراب چھڑادی

وہ شراب نوش تھے۔ اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اپنی شراب نوشی پر فخر کیا کرتے تھے اور چارپائی سے نہیں اُٹھتے تھے جب تک شراب نہ پی لیں۔ ان سے شراب نوشی چھڑائی اور کس طرح چھڑائی۔ کہ دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتی لکھا ہے۔ کہ شراب کی حرمت کا جس دن حکم نازل ہوا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص مدینہ کی گلیوں میں منادی کرتا پھرتا تھا۔ کہ آج شراب حرام ہو گئی۔ اس وقت ایک جگہ ایک مجمع بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ جونہی کہ منادی کی آواز ان کے کان میں پہنچی ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ پوچھو تو یہ کیا کہتا ہے۔ دوسرے نے کہا کہ میں یہ بات گوارا نہیں کرتا کہ اتنی دیر بھی لگاؤں کہ جاؤں اور جا کر اس سے پوچھوں۔ جب وہ کہتا ہے کہ شراب حرام ہو گئی تو تحقیق بعد میں کرونگا۔ پہلے ان قدحوں اور مٹکوں کو توڑ دوں۔ چنانچہ اُس نے ان تمام گھڑوں کو توڑ پھوڑ دیا ✣

اب سوچنا چاہیئے۔ کہ اوّل تو شراب ان لوگوں کی ایسی محبوب و مطلوب کہ وہ آنکھ نہیں کھولنا چاہتے جب تک اسے پی نہ لیں۔ ایسی محبوب چیز کو ان سے چھڑایا جاتا ہے۔ پھر ایک شراب نوش جس وقت کہ وہ شراب نوشی میں مشغول ہو۔ اس سے یہ خواہش کرنا کہ شراب چھوڑ دو۔ سخت مشکل ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کوئی شرابی جبکہ شراب میں مشغول ہو اس وقت اُسے کہا جائے کہ شراب چھوڑ دو تو وہ چھوڑ دے۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں میں جو شراب کے پروانے ہیں۔ ایسی روح پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے منہ سے حرمت شراب کا حکم سُنکر نہیں۔ ایک رستہ چلتے کی زبان سے سنکر کہ آج آنحضرت نے

شراب حرام کردی۔ تمام شراب کے برتن توڑ پھوڑ دیتا ہے۔ کیا یہ ایک معجزہ نہیں۔ میں کہتا ہوں وہ پہلا شخص جس نے کہا تھا۔ کہ دریافت کرلو۔ اس کی یہ حالت ہونا بھی آنحضرتؐ کا معجزہ ہے۔ کیونکہ شراب کی حالت میں اتنے ہوش کہاں ہوتے ہیں۔ کہ کوئی تحقیق کرے۔ اس کے مقابلہ میں آج ہم یورپ اور امریکہ کی حالت کو دیکھتے ہیں۔ کہ ان کے ڈاکٹر اور اہل علم چیخ رہے ہیں کہ شراب بُری چیز ہے۔ اور اس کا استعمال اسی حد تک چاہیئے۔ جہاں تک طاقت قائم رکھ سکے۔ مگر لوگ ہیں کہ دن بدن شراب میں غرق ہوتے جا رہے ہیں۔ امریکہ میں شراب کی مخالفت ہوئی اور جنگ کے دوران میں ان لوگوں نے اس کو چھوڑا بھی۔ مگر اب امریکہ والے کہتے ہیں (پریذیڈنٹ ولسن ہوتا کون ہے جو ہم سے شراب چھڑائے۔ وہ شراب کی مضرات سے واقف ہیں۔ وہ قائل ہیں۔ کہ شراب ان کی نسلوں کو کمزور۔ اور ان کی دماغی حالتوں کو ضعیف کر رہی ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ شراب کے باعث موتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ مگر وہ لوگ نہیں چھوڑ سکتے۔ اور جب بڑی جدوجہد سے کچھ دنوں کے لئے چھوڑتے ہیں تو حکام کو کہتے ہیں تم کون ہو جو ہم سے چھڑاؤ۔ گویا وہ ان کی عادت ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ عادت کے مقابلہ میں تمام علوم تمام تجارب ہیچ ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قوم سے جو شراب پر فخر کرنے والی ہے شراب پینا چھڑاتے ہیں اور اس طرح چھڑاتے ہیں کہ گویا وہ قوم شراب کا نام تک بھول جاتی ہے کیا یہ معجزہ نہیں۔ پھر وہ سوتیلی ماؤں کو نکاح میں لاتے تھے۔ اور زنا پر فخر کرتے تھے۔ ان کو کہہ دیا گیا حرمت علیکم امھاتکم تمہاری سب قسم کی مائیں تم پر حرام ہیں خواہ وہ سوتیلی ہوں یا حقیقی اور وہ اس حکم کو بلا چون و چرا تسلیم کرتے اور جن کے قبضہ میں ایسی عورتیں ہیں ان کو اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں ؏

اطاعت کا مادہ عرب جیسی اکھڑ قوم میں

پھر ان کی سب سے بڑی بات ان کی حریت تھی اور اس پر وہ ایسا فریفتہ و گرویدہ تھے۔ کہ اگر کوئی شخص ان کو کہہ دیتا تھا۔ کہ مجھے فلاں چیز پکڑا دو اور اس کہنے میں کسی عقلمند کے نزدیک کوئی بے عزتی نہیں مگر ان کی بے عزتی ہو جاتی تھی اور وہ اس بات سے (بڑے بڑے بادشاہوں) تک کی گردن اڑا دیتے تھے آنحضرتؐ ان میں اتنا تغیر پیدا کر دیتے ہیں گویا کہ انکی

ہستیوں کو بدل دیا۔ اور انہیں اور مخلوق سے انسان بنا دیا۔ میں چند واقعات بیان کرتا ہوں جس سے پتہ لگے گا کہ وہ حریت کے دلدادہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں پر کس طرح نثار ہوتے ہیں۔ اور اس جان نثاری کو فخر خیال کرتے ہیں +

صحابہؓ میں جوش عقیدت

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو ایک دفعہ آپ مسلمانوں کے ساتھ عمرے کے لئے مکہ کی طرف گئے کفار مکہ نے آپکو اجازت نہ دی کہ آپ عمرہ کریں۔ اس لئے وہاں صلح کرنی پڑی جس کا نام صلح حدیبیہ ہے۔ کفار میں کا ایک آدمی جو اپنے تئیں خیال کرتا تھا۔ کہ وہ آداب ملاقات کا واقف اور شاہی درباروں کے قوانین کا ماہر ہے۔ کفار کا سفیر بنکر آنحضرتؐ کے حضور حاضر ہوا اس دعویٰ کے ساتھ کہ میں جاتے ہی اپنے رعب و اثر سے جو چاہوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے منوا لونگا۔ وہ آیا اور آکر اس نے آنحضرتؐ سے کہا کہ بیٹا (عرب میں قاعدہ تھا کہ بڑے لوگ دوسروں کو اپنا بیٹا کہا کرتے تھے۔ اسی کے مطابق اس نے اپنے آپکو بڑا قرار دیکر آنحضرت صلعم کو چھوٹا قرار دیا اور حضورؐ کو بیٹا کہا) تو ان لوگوں کی مدد پر نہ بھول۔ یہ لوگ جو کہیں کہیں سے جمع ہو گئے ہیں۔ جب وقت پڑیگا۔ تجھے چھوڑ چھاڑ کر پرے ہو جائینگے۔ اور اس نازک وقت میں ہمیں جو تیری قوم کے ہیں تیرے کام آئینگے۔ کیا تو ان کی خاطر ہم سے بگاڑتا ہے۔ اسی قسم کی باتوں کے درمیان اس نے اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے آپؐ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگایا۔ ایک صحابی جو پاس کھڑے تھے انہوں نے تلوار کے قبضہ سے اس کے ہاتھ کو پرے کر دیا۔ پھر اس نے ہاتھ لگایا۔ پھر انہوں نے اسی طرح قبضہ کا ٹھوکہ اسکے ہاتھ پر دیا۔ اتنے میں نماز کا وقت آیا آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا وہ شخص خود جاکر اپنے لوگوں میں بیان کرتا ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ کے خیال کو چھوڑ دو۔ اس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں۔ کیونکہ وہ لوگ تو اس پر اس طرح فدا ہیں کہ پروانہ اس طرح شمع پر قربان نہیں ہوتا میں نے دیکھا کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وضو کرنے لگا۔ وضو کے پانی کا ایک قطرہ تک زمین پر نہیں گرنے پایا سب کا سب اسکے ساتھی اپنے جسم پر اپنے مونہوں پر تبرک کے طور پر مل لیتے تھے جسکے ساتھیوں کی فدائی کی یہ کیفیت ہے۔ ان کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ میں نے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں۔ مگر ان کے خدام اور ملازمین کی بھی یہ کیفیت نہیں دیکھی +

صحابہؓ میں رُوحِ فدویت

ایک اور واقعہ ہے کہ جب آنحضرتؐ نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو مدینہ والوں نے معاہدہ کیا کہ اگر کوئی شخص مدینہ پر چڑھکر آئیگا۔ تو ہم مدافعت کرینگے۔ لیکن اگر آپ کو شریروں کی شرارت کے انسداد کیلئے باہر جانا پڑے تو ہم نہیں جائینگے۔ یہ ایک سمجھوتا تھا۔ جو آپسمیں ہو گیا تھا۔ لیکن دشمن وہاں بھی آپکو چین سے بیٹھنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ بار بار مدینہ پر بھی چڑھ چڑھ کر آتا تھا۔ چنانچہ ایکدفعہ ضروری معلوم ہوا کہ دشمن کے شر کے دفعیہ کیلئے آنحضرتؐ باہر نکلیں۔ اس وقت آپنے مدینہ کے مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا مجھے باہر دشمن کے مقابلہ کیلئے جانے کی ضرورت ہے۔ مگر آپ لوگ اپنے معاہدہ کی رو سے مجبور نہیں۔ کہ میرے ساتھ باہر جائیں۔ مدینہ کے مسلمانوں میں سے ایک بڑے سردار نے کہا کہ حضور آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ ہم آپکے مرید ہیں۔ ہم موسیٰؑ کے ساتھیوں کی طرح یہ نہیں کہ سکتے کہ جاؤ تو اور تیرا رب جاکر لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم وہ ہیں کہ ہم آپکے دشمن کے ساتھ آپکے آگے بھی لڑینگے اور پیچھے بھی لڑینگے۔ دائیں بھی لڑینگے اور بائیں بھی۔ اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جبتک ہماری لاشوں کو پامال نہ کرلے۔ آپ اگر سمندر میں گھوڑا ڈالدیں۔ تب بھی ہمارے گھوڑے کی باگ نہیں رُکیگی بلکہ جہاں آپکا اشارہ ہوگا وہیں ہم جائیں گے ؏

بچّوں میں جاں نثاری

یہ بڑوں کا حال ہے۔ بچّوں کی یہ کیفیت ہے کہ بدر کے موقعہ پر جبکہ مسلمانوں کی تعداد کفار کے ہزار کے مقابلہ میں تین صد تھی ایسا واقعہ ہوا۔ کہ ایک صحابی جو بہت بڑے جری تھے۔ خود بیان کرتے ہیں۔ کہ اس دن میرے دل میں جوش تھا اور میں چاہتا تھا کہ ان کفار نابکار سے ان کے مظالم کا بدلہ لوں۔ کیونکہ ان کا ایک ایک ظلم ہمیں یاد آرہا تھا۔ مگر جب میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو دو چودہ چودہ سالہ لڑکوں کو دیکھا۔ اور انکو دیکھکر میرے تمام حوصلے پست ہو گئے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان کے دائیں بائیں جب مضبوط اور بہادر ہوں تو وہ اپنی تیغ کے جوہر دکھا سکتا ہے۔ ورنہ اسکو ہر وقت یہی خوف رہتا ہے۔ کہ کوئی پیچھے سے مجھ پر حملہ ہی نہ کردے۔ پس انکو اپنے دائیں بائیں بچے دیکھکر رنج ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ ابھی میں اسی خیال میں تھا کہ ان میں سے ایک نے میرے کہنی ماری اور آہستہ سے کہا (تاکہ دوسرا بھائی نہ سُن پائے) کہ چچا کفار کی فوج میں ابو جہل کونسا ہے۔ اس کے متعلق سُنا ہے

کہ وہ اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن ہے۔ اور اُس نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ میں اسکی جرأت پر حیران ہو ہی رہا تھا کہ اسی طرح دوسرے نے میرے کہنی ماری اور اسی طرح آہستہ سے کہا (تاکہ دوسرا بھائی نہ سن پائے) کہ چچا ابو جہل کہاں ہے۔ سُنا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کا بڑا دشمن ہے۔ اور اس نے حضورؐ کو بہت دُکھ دیئے ہیں۔ میں انکی اس جرأت پر متعجب ہوا۔ اور یہ ان کی اتنی بڑی جرأت تھی کہ میرے دل میں بھی ابو جہل کے متعلق خیال نہ تھا۔ میں نے ان کو اشارہ کیا۔ میرے اشارہ کرتے ہی وہ اس طرح جھپٹے جس طرح عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ ابھی جنگ شروع نہ ہوئی کہ ان دونو نے اپنے حملوں سے اس کو گھائل کر دیا۔

عورتوں میں فداکاری

یہ جوش فدویت و فداکاری صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ عورتوں میں بھی اطاعت اور جاں نثاری کی وہ سپرٹ پیدا ہوگئی تھی جس کی نظیر نہیں۔ چنانچہ ایک موقعہ پر جب یہ مشہور ہوا کہ آنحضرتؐ شہید ہو گئے تو ایک عورت گھر سے نکل پڑی۔ ایک صحابی جو مدینہ کو واپس آ رہے تھے ان سے ملی اور پوچھا کہ آنحضرتؐ کا کیا حال ہے۔ وہ چونکہ آنحضرتؐ کو زندہ دیکھ گئے تھے۔ اس لئے مطمئن تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے عورت تیرا بھائی فوت ہو گیا۔ اس عورت نے کہا کہ میں تجھ سے آنحضرتؐ کے متعلق دریافت کرتی ہوں۔ انہوں نے کہا تیرا باپ بھی فوت ہو گیا اس نے کہا کہ باپ کے متعلق دریافت نہیں کرتی آنحضرتؐ کے متعلق بتاؤ انکا کیا حال ہے۔ اس نے کہا کہ تیرا خاوند بھی فوت ہو گیا۔ اس عورت نے غصہ سے کہا کہ میں تجھے آنحضرتؐ کے متعلق پوچھتی ہوں آخر اس شخص نے کہا کہ آپؐ تو زندہ ہیں۔ اس نے کہا الحمد للہ اگر آپؐ زندہ ہیں تو باپ خاوند بھائی وغیرہ کے فوت ہو جانیکا کچھ غم نہیں

اب غور کرنا چاہیئے کہ وہ عرب جو کسی کے اتنا کہنے کو کہ برتن پکڑا دو اپنی ہتک عزت خیال کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشاروں پر جان و مال فدا کرتا ہے۔ اور فخر نہیں کرتا۔ پھر عرب وہ لوگ ہیں جن کو اپنے وطن سے بہت محبت ہے حتّٰی کہ وہ بدوی کہلاتا ہے۔ اور بدوی کے معنی جنگلی کے ہیں وہ جنگل بجنگل پھرتا ہے۔ ایران اور روم کے سرسبز میدانوں میں نہیں اپنے ہی بے آب و گیاہ ملک کے جنگلوں میں چکر لگاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ اپنے ایسے محبوب وطن کو بھی چھوڑ دیتا ہے اور خوشی سے چھوڑتا ہے پروا نہیں کرتا۔

کیا یہ کایا پلٹ دینا معجزہ نہیں؟

اب غور کرنا چاہیئے کہ مجموعی طور پر ان تمام خرابیوں کو دُور کرنا اور بالکل ہی کایا پلٹ دینا کیا یہ معجزہ نہیں؟

مَیں کہتا ہوں کہ اگر تمام انبیاءؑ کے کاموں کو انکے مقابلہ میں رکھا جائے تو انکے کارنامے ان کارناموں کے مقابلہ میں گرد ہیں۔ دنیا کی تاریخ اصلاح اسکی نظیر مطلق پیش نہیں کر سکتی۔ یہ تو وہ حالت ہے جو ان کی اسلام کے بعد ہوئی ؏

صرف ایک آیت قرآنی میں بے نظیر جامع تعلیم

اب ہم اسلام کے بعض احکام کو لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کیسے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کے معلّم ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربیٰ۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے عدل کا۔ اور پھر احسان کا اور پھر ایتاءِ ذی القربیٰ کا۔ اب سوچنا چاہیئے کہ عدل کیا چیز ہے۔ عدل کہتے ہیں برابری کے معاملہ کو یعنی جو اپنے لئے پسند کرتے ہو دوسروں کیلئے بھی پسند کرو۔ اور جو اپنے لئے ناپسند سمجھتے ہو اسے دوسروں کیلئے بھی ناپسند قرار دو۔ یہ عدل ہے۔ پھر فرماتا ہے اسی پر بس نہ کرو بلکہ احسان کا معاملہ کرو۔ یعنی جتنا کسی کا حق ہو اس سے زیادہ دو۔ پھر فرمایا اس احسان کے درجہ کو آخری درجہ قرار نہ دو۔ بلکہ چاہیئے کہ لوگوں سے ایسا سلوک کرو جیسا کہ ماں اپنے بچہ سے کرتی ہے۔ احسان کرنے میں کوئی غرض پوشیدہ ہو سکتی ہے۔ مگر ماں کے بچّہ کو دودھ پلانے میں کوئی غرض پوشیدہ نہیں ہوتی۔ بلکہ دیکھا گیا ہے کہ بعض نالائق لڑکے کسی دنیاوی درجہ کو پہنچکر ماں باپ کی عزت نہیں کرتے۔ مگر ماں باپ اسپر بھی ان سے محبّت کرتے ہیں۔ تو یہ درجہ وہ ہوتا ہے جس میں کسی غرض کی وجہ سے کسی سے سلوک نہیں کیا جاتا۔ اس لئے فرمایا کہ لوگوں سے نیک سلوک کرو۔ اور ایسا ہی کرو جیسا کہ ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں ؏

اب ہم اس تعلیم پر غور کرتے ہیں۔ کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے۔ جو صرف کانوں کو خوش لگتی ہے یا واقعی اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے۔ ؏

کفارِ عرب نے حبشہ تک صحابہؓ کا پیچھا کیا

اس کے لئے مَیں صرف ایک ہی واقعہ کا ذکر کرونگا۔ پہلے میں یہ دکھاتا ہوں۔ کہ کفار نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اتباع سے سلوک کیا گیا۔ جب آپ مکہ میں تھے۔ آپ اور آپ کے ساتھیوں پر طرح طرح کے ستم توڑے جاتے تھے۔ جب مکہ میں آپ کے ساتھیوں پر ظلموں کی حد ہو گئی۔ تو آپ نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک قافلہ کو حبشہ بھیجدیا۔ کفار عرب کا وفد بھی حبشہ میں پہنچا۔ اور کوشش کی۔ کہ کسی طرح ان مسلمانوں کو یہاں بھی امان نہ ملے۔ اس کے لئے انہوں نے یہ چال چلی کہ امراء کو بڑے بڑے تحفہ دیئے کہ کسی طرح بادشاہ تک ان کی رسائی ہو۔ چنانچہ انہوں نے بادشاہ کے دربار میں بار پایا اور کہا کہ ان لوگوں کو نکال دو۔ اس نے کہا کہ میں نہیں نکالتا۔ خدا نے اسے سمجھ دی تھی۔ امراء بھی کفار عرب کے ہم نوا تھے۔ اس نے ان کو بھی صاف جواب دیا۔ خدا نے اس کے دل میں رحم ڈالدیا تھا یہ بادشاہ جب بچہ تھا۔ تو اس کا چچا اس کے تخت پر قابض ہو گیا تھا۔ اور اس کے امراء اس کے چچا کے طرفدار تھے۔ آخر اس نے اپنے چچا کا فیصلہ کیا اور اپنا حق حاصل کیا۔ جب امراء نے مسلمانوں کے خلاف کوشش کی تو اس نے کہدیا کہ میں تمہاری پروا نہیں کرتا۔ تم وہی ہو جنہوں نے میرا حق غصب کر کے میرے چچا کی طرفداری کی تھی۔ اس طریق میں ناکامی دیکھکر انہوں نے بادشاہ کے حضور کہا۔ کہ یہ لوگ مفسد ہیں اور اپنے دین سے پھر گئے ہیں۔ اور حضرت مسیحؑ کی توہین کرنیوالے ہیں۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے پوچھا۔ انہوں نے صاف کہا کہ فساد ہمارا کام نہیں۔ ہم نہایت امن پسند ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انہی لوگوں نے ہمیں ہمارے وطن سے نکالا ہے۔ اور وہاں ہم پر طرح طرح کے ظلم کیئے ہیں۔ آخر ان ظلموں کی تاب نہ لاکر ہم نے اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دیا اور تیرے ملک میں آئے ہیں۔ باقی رہا دین سے بیدین ہونا۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ ہمارا دین بُت پرستی تھا۔ ہم لُوٹ مار کے عادی اور سخت اخلاقی گناہوں میں مبتلا تھے۔ ہم میں ایک نبی برپا ہوا اور اس نے ہماری ان تمام وحشیانہ عادات کو انسانیّت کے ساتھ بدل دیا۔ حضرت مسیحؑ کی ہم عزّت کرتے اور انہیں خدا کا ممسوح اور نبی اور رسول اور برگزیدہ یقین کرتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک وہ خدا نہ تھے۔ یہ باتیں سُنکر بادشاہ متاثر ہوا۔ اور کفار کے وفد کو لوٹا دیا۔ اور مسلمانوں کو امن و امان کے ساتھ وہاں رہنے کی اجازت دی ٭

کفار مکہ کے مظالم مسلمانوں پر

غرض کفار مکّہ نے مسلمانوں پر مظالم کیئے اور بہت کیئے۔ عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مارے

اور دو مختلف طرفوں پر اونٹوں کو کھڑا کیا اور ایک پیر ایک عورت کا ایک اونٹ سے باندھ دیا دوسرا دوسرے سے اور دونو اونٹوں کو مخالف سمتوں کی طرف دوڑا دیا - عورت دو ٹکڑے ہو کر گر پڑی - انہوں نے جنگ میں کام آنیوالے مسلمانوں کو مشغلہ بنایا آنکھیں نکال دیں کان ناک کاٹ دیئے - اور پیٹ چاک کرکے کلیجہ نکال کر چبایا - اور اس سے بھی بڑھ بڑھکر ظلم کئے - پھر آپ جانتے ہیں کہ اگر ایک شخص کی محنت کو برباد کیا جائے - اسکو کتنا غم اور رنج ہوتا ہے کفار کے ایک قبیلہ نے کہا کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں - ہمیں معلم چاہئیں - آپنے کئی قاریوں کو انکی تعلیم کیلئے بھیجدیا - اور انہوں نے ان تمام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا - آپ کہتے ہیں کہ تلوار چلائی گئی - مَیں کہتا ہوں کہ اگر ان سے بدلہ لیا جاتا تو وہ مستحق تھے - اس واقعہ سے آپ غور کر سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ کو کتنا رنج ہونا چاہیئے تھا - کیونکہ آپکے طیار کیئے ہوئے لوگ بیدردی اور دھوکے کے ساتھ قتل کر ڈالے گئے - پھر آپ کی ذات پر طرح طرح کے ظلم کیئے - بارہا چاہا کہ آپ کو قتل کر دیں - آپ کو زہر دیکر مار ڈالیں - اور آپ پر پتھر گرا کے ہلاک کر دیں ؛

پھر اسی پر بس نہیں کیا - بلکہ آپ کی مستورات اور آپکے معزز اور بڑے صحابہؓ کی مستورات پر الزام لگائے گئے - اور شعر کہے گئے - جن میں یہ مضمون ہوتا تھا - کہ ہمارا فلاں عورت سے تعلق ہے - ایک طرف تو یہ تمام مظالم ہیں ؛

فاتح ہو کر آنحضرتؐ کا نیک سلوک

دوسری طرف آپ جب فتح مکہ کرتے ہیں تو ان کے اس سوال پر کہ ہم سے کیا کیا جائیگا - فرماتے ہیں "لا تثریب علیکم الیوم" جاؤ ہم نے تمہاری تمام غلطیاں معاف کیں - غور کرنیکا مقام ہے کہ ایک طرف تو ایسے عنید دشمن ہیں اور ان کے مظالم بیرون از شمار ہیں مگر آپ جب ان پر قابو پاتے ہیں تو یکسر معاف کر دیتے ہیں - آپ کہتے ہیں تلوار کے ذریعہ فتح کیا مَیں کہتا ہوں کہ جن لوگوں نے تلوار چلائی انہیں کس تلوار نے فتح کیا - پھر اگر یہ سچ بھی ہو تو کیا وہ اس تلوار کے مستحق نہ تھے - مگر حقیقت یہ ہے کہ انپر دین قبول کرانیکے لئے تلوار نہیں چلائی گئی - یہ ایک تاریخی واقعہ ہے کہ جب مسلمان مکہ کے دروازوں پر پہنچے تو مسلمانوں کے ایک سپہ سالار نے کہا کہ اب دیکھنا ہم ان کفار کو ان کے مظالم کا کیسا

بدلہ چکھاتے ہیں مگر مسلمانوں کے سردار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آواز کو پسند نہ کیا اور ان کے طالب عفو ہونے پر ان کے تمام ظلموں کو کلیۃً بھلادیا۔ کیا اس تعلیم پر عمل نہیں کر کے دکھایا۔ جو لفظوں میں دی گئی۔ کیا یہ تلوار کے ذریعہ اسلام پھیلا ہے۔ یا کوئی اور ہی چیز تھی جس نے یہ تغیر پیدا کیئے۔ اور ان پتھروں کو موم کر دیا۔ یہ تمام وہ باتیں ہیں جو مجموعی طور پر نبی کریم ؐ نے پیدا کیں جن کی نظیر پیش نہیں کی جا سکتی۔ کارلائل نے حضور پر بہت اعتراض کیئے ہیں۔ لیکن جب اس نے ہیروز آف دی پرافٹ تلاش کیا تو حضور کو ہی تمام نبیوں میں ہیرو قرار دیا۔ کیا دنیا میں اس کی نظیر ہے تو پیش کی جائے ؂

فیصلہ کی دوسری صورت

دوسری صورت یہ تھی کہ خداوند زمین و آسمان خود بتادے کہ میں تم سے خوش ہوں وہ ہمارے ہم دغم میں ہمارا ساتھ دے۔ وہ ہمارے دشمنوں کو پائمال کرے ہمارے دوستوں کو آباد کرے۔ اور ہر مشکل میں ہمیں بہبودی کی طرف ہدایت کرے۔ اگر یہ نہ ہو تو پھر کوئی ثبوت اور امتیاز نہیں۔ پس اس خصوص میں بھی آنحضرت ؐ کے اتباع اس چیز کے وارث ہوئے جو دیگر انبیاء کے پیروان کو نصیب ہوئی۔ جیسا کہ انجیلوں میں لکھا ہے کہ جب مسیح کے واقعہ صلیب کے بعد مسیح ؑ کے حواری تبلیغ کرنے کیلئے باہر نکلے تو وہ اور اور زبانوں میں تبلیغ کرتے تھے اور وہ وہ زبانیں تھیں جن کو وہ نہیں جانتے تھے اگر انکو الہام نہ ہوتا تو انکو صرف مفہوم اسکا آنا چاہیئے تھا۔ مگر لکھا ہے کہ الفاظ بھی دوسری زبانوں کے ہوتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ روح القدس کی تائید کے معنی ہیں خدا کی طرف سے الہام پانا۔ یہ نہیں کہ جو دل میں آئے وہی تائید روح القدس ہوتی ہے ؂

سچے اتباع شرف مکالمہ مخاطبہ پاتے ہیں

پس مسیح ؑ کے حواری مسیح ؑ کے بعد الہام اور خدا کے کلام سے مشرف ہوئے۔ سو اسی طرح دوسرے انبیاء ؑ کے اتباع بھی مشرف ہوتے رہے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ؐ کے صحابہ ؓ کو بھی یہ بات حاصل تھی۔ مگر پہلے مذاہب چونکہ وقتی ہوتے تھے۔ اس لئے دوسرے مذہب کے

قائم ہونے تک تو ان میں برکات رہتی تھیں۔ پھر ان سے گم ہو جاتی تھیں۔ جیسا کہ مسیحؑ کے حواریوں کے چند عرصہ بعد یہ بات عیسائیوں میں سے گم ہو گئی ؛

اِسلام میں مجدّدین کا سلسلہ لیکن چونکہ اسلام قیامت تک کیلئے ہے۔ اس لئے اسلام کی زندگی کا ثبوت دینے کے لئے اس میں قیامت تک ایسے وجودوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ جو اس بات کا ثبوت دیں کہ اسلام میں وہ برکات ہیں جو کبھی دیگر انبیاءؑ کو ملیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام میں کوئی صدی ایسی نہیں گذریگی کہ اس میں خدا کی طرف سے کلام پاکر کھڑے ہونیوالے نہ ہوں ؛

آخری خلیفہ مسیح موعود علیہ السلام

اور ان ہر صدی کے سر پر مبعوث ہونیوالوں میں سے ایک ایسا بھی ہوگا جو مسیح موعودؑ ہوگا۔ کہ جس طرح موسیٰؑ کے سلسلہ میں ایک بڑا انسان مسیح ہوا ہے اسی طرح محمدی سلسلہ میں بھی ایک مسیح ہوگا۔ جو پہلے تمام مجددوں سے بزرگتر ہوگا۔ چنانچہ وہ ہم میں آیا ہم نے اسکو دیکھا ؛

ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق آپنے مجھ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں کیا فرق ہے۔ سو اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ مسیحؑ کے آنے کے بعد جو فرق مسیحؑ کے اتباع اور مسیحؑ کے منکروں میں تھا وہی ہم میں اور انمیں ہے۔ جس طرح مسیحؑ کے آنے کے بعد یہود تمام برکتوں سے بے نصیب ہو گئے۔ اسی طرح جو اس مسیحؑ (محمدی) کا منکر ہے۔ وہ بھی ان برکات خاصہ سے بے بہرہ اور بے نصیب ہے ؛

باوجود سخت مخالفت کے کامیابی حضرت مسیح موعودؑ وہ انسان ہیں۔ کہ آپ اپنے حجرہ میں بیٹھتے تھے اور اس گاؤں میں کہ اب بہت بڑا ہے اور اس وقت نہایت چھوٹا سا گاؤں تھا۔ بوجہ اپنی خلوت گزینی کے نہ پہچانے جاتے تھے۔ اس وقت خدا نے آپ سے کہا کہ "حان ان تعان و تعرف بین الناس" وہ

وقت آگیا کہ تیری مدد کی جائے۔ اور لوگوں میں تجھے پہچنوایا جائے۔ چنانچہ آپ کو وہ شہرت دی کہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپکے اتباع موجود ہیں۔ اور لوگ آپ اور آپکے دعادی سے واقف ہیں۔ ایسی کس مپرسی میں آپ اٹھے اور آپ کو خدا نے کہا کہ انی مھین من اراد اھانتک انی معین من اراد اعانتک۔ کہ میں ان لوگوں کو ذلیل کرونگا جو تجھے ذلیل کرنا چاہیں۔ اور جو تیری مدد کرنا چاہیں میں ان کی مدد کرونگا۔ آپ کھڑے ہوئے آپکے خلاف وہ تمام زور لگائے گئے جو کسی کے مٹانے کے لئے استعمال کیئے جا سکتے ہیں۔ آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی اور قاتل قادیان میں بھی آگئے لیکن خدا نے آپ کو ان کے شر سے بچایا۔ آپ کو زہر سے ہلاک کرنے کی کوشش کی گئی اللہ تعالیٰ نے اس سے بچایا۔ آپ پر مقدمات کھڑے کیئے گئے کہ آپکے کاروبار کو تباہ کردیں اور آپ کی عزت کو خاک میں ملا دیں۔ لیکن خدا نے ہر مقدمہ میں عزت کے ساتھ آپ کو بری کیا۔

ڈاکٹر مارٹن کلارک والا مقدمہ

غالباً آپ ڈاکٹر مارٹن کلارک کو جانتے ہونگے (مخاطب مسیحی صاحب سے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں اسکی طرف سے مقدمہ آپ پر بنایا گیا کہ آپنے مجھے قتل کرانا چاہتے ہیں۔ وہ انگریز مجسٹریٹ جسکی عدالت میں یہ مقدمہ دائر ہوا) بھی کچھ ایسا موافق نہ تھا بلکہ اس نے کہا تھا کہ یہ شخص خدا ند مسیح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور آجتک اس کو کسی نے سزا نہیں دی۔ مقدمہ ہوا اور مسلمانوں میں سے نہ صرف عوام نے بلکہ علماء نے بھی آپکے خلاف گواہیاں دیں۔ وہ شخص جس کو پیش کیا گیا تھا کہ اس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ڈاکٹر کلارک کے قتل کے لئے مقرر کیا تھا وہ عدالت میں اقرار کرتا ہے کہ مجھے مرزا صاحب نے قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ ایسے سامان ہیں اور ظاہری کوئی صورت نہیں جس سے آپ بچ سکیں۔ لیکن اس انگریز حاکم کے دل میں خدا ڈالتا ہے کہ یہ تمام بیانات غلط ہیں اس نے کہا کہ میرا دل نہیں مانتا بار بار تحقیق ہوئی۔ مگر کوئی صورت نہ نکلتی تھی آخر پولیس کے افسر اعلیٰ کو کہا گیا کہ تم خود تحقیق کرو جب اس شخص کو پولیس کے افسر نے بلایا تو وہ روتا ہوا۔ اس افسر کے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ میں سچا سچا بیان اس وقت دے سکتا ہوں جب آپ مجھے مشن کمپاؤنڈ سے

علیحدہ کرلیں پھر اس نے بتایا۔ کہ مجھے خود بعض پادریوں نے پڑھایا ہے کہ میں مرزا صاحب پر یہ الزام لگاؤں۔ ورنہ مرزا صاحب کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ عیسائی مجھے احمدیوں کے نام یاد کراتے تھے اور میں بھول جاتا تھا تو یہ پنسل سے لکھکر دیتے تھے۔ آخر اس طرح وہ جھوٹ جو حضرت مسیح موعودؑ پر ان لوگوں نے باندھا تھا کھل گیا اور اس انگریز حاکم نے فیصلہ میں لکھدیا کہ مرزا صاحب اگر چاہیں تو ان پر مقدمہ کر سکتے ہیں مگر حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ میں مقدمہ بازی کے لئے نہیں آیا۔ (مخاطب نے پوچھا کیا یہ تمام کیفیت چھپی ہوئی ہے حضرت نے ارشاد کیا ہاں یہ تمام مسل مطبوعہ موجود ہے) اب اس میں سوچنا چاہیئے کہ انگریز حاکم ہے اور پادری مقدمہ کھڑا کرتا ہے اور حاکم بھی اپنا خیال حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ظاہر کر چکا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ ان تمام باتوں کے باوجود آپ کو بری کرتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان افسر ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ رعایت کی۔ مگر یہاں رعایت کا بھی گمان نہیں۔ پھر اس برایت کی خبر قبل از وقت آپ کی طرف سے باعلام الٰہی شائع ہوئی؛

مسیح موسوی و مسیح محمدی میں مشابہت

پھر وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ کی نظروں میں بھی یہ سلسلہ مشتبہ تھا۔ اور بعض حاکم لوگوں کو کہدیا کرتے تھے کہ اس جماعت میں داخل نہ ہونا کیونکہ یہ جماعت گورنمنٹ کی نظر میں مشتبہ ہے۔ لیکن کوئی منصوبہ اور مخالفانہ کوشش آپ کو ذلیل کر سکی آپ کے نام نے عزت کے ساتھ شہرت پائی۔

حضرت مسیحؑ ناصری اور حضرت مسیح موعودؑ محمدی میں ایک عجیب مماثلت ہے مثلاً جتنا عرصہ حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت مسیح مبعوث ہوئے۔ حضرت محمد رسول اللہ سے اسی قدر عرصہ بعد حضرت مسیح موعودؑ مبعوث ہوئے۔ اور پھر جس طرح حضرت مسیحؑ کے وقت میں غیر سلطنت کی حکومت تھی اسی طرح یہاں بھی ہے۔ جس طرح مسیحؑ کے خلاف ان کی قوم کوشش کرتی تھی۔ یہاں بھی کرتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ گورنمنٹ یہود سے ڈرتی تھی اور اس نے مسیحؑ کو صلیب پر پہنچادیا۔ لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا۔ ہماری گورنمنٹ ان سے ڈرتی نہیں اور اس نے ہر جگہ ہماری مدد کی ہے اور ہماری ہر ظاہری

تکلیف کو دور کیا ہے۔ اور آپ کو صلیب سے بچایا گیا۔ اگرچہ آپ کے لئے بارہا قتل کئے جانے کی کوشش کی گئی ✦

موجودہ عالمگیر جنگ کی پیشگوئی

آپ کو خدا تعالیٰ نے بہت سی باتیں قبل از وقت بتائیں اور پوری ہوئیں ازانجملہ یہ ہیں مثلاً موجودہ جنگ کے متعلق ہی آپ نے پیشگوئی کی تھی اور اس میں ذکر تھا کہ ایک زلزلہ آئیگا جو تمام جہان کو گھیرے ہوئے گا ظاہر ہے کہ زلزلہ ہرگز اس قسم کا نہیں ہوتا جو تمام روئے زمین پر ہو اور پھر اگرچہ اس پیشگوئی میں زلزلہ کا لفظ ہے لیکن اس کے ساتھ شرائط اور اس کے جو صفات ہیں وہ زلزلہ کے نہیں ہوتے مثلاً آپ نے فرمایا تھا۔ ؎

رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن ⁂ صبح کردیگی انہیں مثلِ درختانِ چنار

کہ جس طرح چنار کا پتہ ایک طرف سے خون میں رنگیں ہوتا ہے اس طرح لوگوں کے لباس خون میں رنگین ہو جائینگے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ اچانک ہوگا چنانچہ آسٹریا کا ولیعہد جب مارا گیا۔ تو کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ ساری دنیا جنگ میں مبتلا ہوگی آخر جرمن نے الٹی میٹم دیدیا اور اچانک جنگ شروع ہو گئی۔ پھر اس پیشگوئی میں فرمایا ہے ؎

ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ⁂ راہ کو بھولینگے ہو کر مست و بیخود راہ وار

اگر اس سے مراد بھونچال ہوتا تو مسافر پر بھونچال کچھ سخت نہیں ہوتا وہ میدان میں بیٹھ سکتا ہے۔ ایک الہام اسی کے متعلق تھا "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں" پس یہ جنگ مسافروں کے لئے کیسی خوفناک اور مصیبت تھی اگر جرمن لوگ تارپیڈوز نہ لگاتے اور امریکنوں کے جہازات غرق نہ کرتے تو کبھی امریکہ جنگ میں شامل نہ ہوتا امریکہ کے جنگ میں شامل ہونے کی وجہ وہی مسافروں کی تکلیف تھی۔ ایک بڑے رئیس کا لڑکا جنگ کے شروع ہونے کے قبل آسٹریا میں تھا جب جنگ شروع ہوئی تو وہ وہاں سے باہر نہیں ہو سکتا تھا اس رئیس نے آخر پوپ کو لکھا پوپ کے ذریعہ وہ لڑکا وہاں سے آسکا۔ پس مسافروں کے لئے یہ کیسی خطرناک حالت تھی۔ پھر اس میں بتلایا گیا تھا۔ کہ زار کی حالت زار ہو گی۔ اگر زار کو قتل کر دیا جاتا۔ تو اس کی حالت زار نہیں

ہو سکتی تھی۔ زار کی حالت اس وقت زار ہوئی تھی کہ اس کو تخت سے علیحدہ کر کے بُرے حالوں رکھا جاتا - چنانچہ اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔ پھر اسکے زار ہونے کی انتہا یہ ہے کہ اس کی بیٹیوں کے ساتھ اس کی آنکھوں کے روبرو ظالموں نے زنا کیا اور پھر ان کو گولی ماردی۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کسی کی حالت زار ہو سکتی ہے۔ روس کی حالت کی تباہی کا بھی اس پیشگوئی میں اشارہ تھا۔ روس وہ طاقت ہے کہ جب وہ جنگ میں شامل ہوا تو "سٹیم رولر" کا خطاب دیا گیا سول نے اس عنوان سے مضمون لکھا اور ظاہر کیا کہ اب جرمن کی خیر نہیں جب ولایت کے اخبار آئے تو ان میں بھی اسی عنوان سے مضمون درج تھے اسپر سول نے فخر کیا کہ یہ تائید غیبی ہے کہ جو ہم نے عنوان مقرر کیا تھا۔ یورپ کے اخباروں نے بھی وہی عنوان لکھا۔ روس کے جنگ میں شامل ہونے پر لارڈ کرزن نے اپنی افواج متعینہ فرانس کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ آپ لوگ کوشش کر کے جلد برلن پہنچیں کہیں ایسا نہ ہو روس آپ سے پہلے وہاں پہنچ جائے مگر جب تک بدقسمت روس اتحادیوں کے ساتھ رہا ان کی حالت اچھی نہیں رہی اور وہ "سٹیم رولر" جسپر فخر کیا جاتا تھا ایسا پس پا ہوا کہ اپنے ہی لوگوں کو پامال کرتا چلا گیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ خدا کا نوشتہ پورا ہو ع زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار ؎

تقسیم بنگالہ کی پیشگوئی

پھر آپ نے ۱۹۰۶ء میں جب تقسیم بنگالہ ہوئی۔ خدا کی طرف سے علم پاکر اعلان شائع کیا۔ بنگالیوں کے متعلق جو حکم شائع کیا گیا تھا۔ اب انکی دلجوئی کی جائے گی۔ گورنمنٹ نے جو فیصلہ کیا تھا اسپر ہر قسم کی ترمیم و تنسیخ سے انکار کر دیا گیا۔ اور پارلیمنٹ میں اس کے برقرار رہنے کے متعلق لارڈ کریو نے صاف طور پر کہہ دیا تھا۔ جس وقت حضرت مسیح موعودؑ کی یہ پیشگوئی شائع ہوئی تو اخباروں میں لکھا گیا کہ یہ ایک مجنونانہ خیال ہے۔ مگر جب شہنشاہ معظم آئے تو خلاف توقع وہ فیصلہ منسوخ کرنا پڑا اور اس میں ترمیم کی گئی۔ اور اسی لارڈ کریو نے اس شاہی حکم کو پڑھکر سنایا۔ جس کے خلاف وہ خود اقرار کر چکا تھا ؎

بشپ لیفرائے کو چیلنج

بشپ لیفرائے کو آپ جانتے ہونگے وہ جب لاہور میں

آئے اور انہوں نے اسلام کے متعلق لیکچر دینا شروع کیے۔ تو اس وقت حضرت اقدسؑ نے ان کو لکھا کہ آؤ ہم روحانی مقابلہ کریں۔ مسیحؑ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں رائی کے برابر ایمان ہوگا تو تم اگر پہاڑ کو کہو گے کہ چل تو وہ چل پڑیگا اور اندھوں کو آنکھیں اور لولے لنگڑوں کو ہاتھ پاؤں بخشوگے۔ پس میں جو محمد رسول اللہ کا غلام ہوں آج ان برکات کو اپنے اندر رکھتا ہوں آپ میرے مقابلہ میں آئیں اور دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ صورت مقابلہ یہ ہوگی کہ چند مریض جن کی صحت سے ڈاکٹر جواب دے چکے ہوں انتخاب کیے جائیں آدھے آپ لیں آدھے میں۔ پھر آپ بھی دعا کریں اور میں بھی کرونگا پھر دیکھینگے کہ کس کے زیادہ مریض اچھے ہوتے ہیں۔ اگر آپ کے مریض زیادہ اچھے نہ ہوئے تو ثابت ہوگا کہ عوام عیسائیوں کا کیا مذکور بشپ بھی رائی بھر ایمان سے خالی ہیں۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے یہ شائع کیا تو "پائنیر" نے اس کا نام "بریڈوش" رکھا اور اس مقابلہ کے لئے پادریوں اور بشپ صاحب کو آمادہ کیا مگر آپ کے مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔

سگ گزیدہ اچھا ہوگیا

اسی طرح ایک عبد الکریم نام حیدر آباد کا لڑکا یہاں آیا تھا اسی دیوانے کتے نے کاٹا اس کو کسولی بھیجا گیا وہاں علاج کرنے کے بعد اسکو دورہ ہوگیا۔ پھر تار دیا گیا کہ اب کیا کریں۔ وہاں سے جواب آیا اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ اب تو موت ہے۔ حضرتؑ کو اطلاع دی گئی آپ نے فرمایا کہ یہ دور سے آیا ہے اگر یہ مرگیا تو اس کے والدین کو ابتلا آئیگا۔ اس لئے آپ نے دعا کی۔ اور وہ لڑکا اچھا ہوگیا اب تک زندہ ہے اور اپنی تجارت میں مشغول ہے۔ یہ واقعہ ہمارے دوست کیپٹن ڈاکٹر حبیب اللہ شاہ صاحب نے جن دنوں کہ وہ ابھی میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے ایک طالب علم سے بیان کیا اس نے کہا کہ یہ کوئی معجزہ نہیں ہے کیونکہ ایسی حالت میں بھی علاج ہو سکتا ہے۔ اتفاق سے اس دن یا اس سے دوسرے دن پروفیسر نے اسی موضوع پر لیکچر دیا۔ ہمارے شاہ صاحب نے کہا کہ کیا جب علاج کے بعد دورہ ہو جائے۔ پھر بھی علاج سے اس میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ پروفیسر نے کہا کون بیوقوف کہتا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ شاہ صاحب نے اس طالب علم کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ صاحب فرماتے ہیں۔ تو ایسا مریض جسکے لئے ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس کا علاج

نہیں ہو سکتا۔ حضرت مرزا صاحبؑ کی دعا سے اچھا ہو گیا۔

ایک مردہ زندہ ہوا

پھر ہمارے نواب محمد علی خانصاحب جو ہز ہائینس نواب مالیر کوٹلہ کے ماموں ہیں ایک بڑے رئیس ہیں جب وہ حضرت اقدسؑ کے وقت میں مالیر کوٹلہ کی رہائش ترک کر کے مع خاندان قادیان میں آ گئے۔ تو چند دن کے بعد ان کا چھوٹا لڑکا عبدالرحیم خان سخت بیمار ہو گیا۔ دو اسسٹنٹ سرجن معالج تھے انہوں نے جواب دیدیا۔ ہمارے حضرت مولوی نورالدین صاحب جو حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفۂ اوّل ہوئے۔ آپ علاوہ دیگر علوم کے فن طب میں خاص شان رکھتے تھے اور مہاراجہ کشمیر کے معالج تھے غالباً آپ جانتے ہونگے (مخاطب نے کہا کہ میں واقف ہوں) آپ بھی علاج فرماتے تھے آپ باوجود علم طب میں متبحر ہونیکے بوجہ خدا سے تعلق رکھنے کے کبھی مایوس نہیں ہوا کرتے تھے۔ آپ نے بھی نظر بحالات موجودہ کہدیا کہ اب چند ساعت کا مہمان ہے۔ اس وقت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مسیح موعودؑ کو خیال ہوا کہ ابھی یہ ترک وطن کر کے آئے ہیں اگر یہ واقعہ ہو گیا تو ان کے رشتہ دار کہیں گے کہ یہ وہاں جانیکا سبب ہے اس لئے آپ نے دعا شروع کی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اس کے متعلق اب قضاء مقدر ہو چکی ہے۔ اس پر آپ نے خدا کے حضور عرض کی کہ خدایا اگر قضاء مقدر بھی ہو چکی ہے تو میں اس بچہ کی شفا کے لئے شفاعت کرتا ہوں (ہماری ہاں ایک شفاعت کا بھی مسئلہ ہے جس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ شفیع کے اظہار مرتبت کے کے لئے بعض دفعہ اللہ تعالیٰ شفاعت کے لئے اذن فرما دیا کرتا ہے) جواب ملا۔ میری بے اجازت شفاعت کرنیوالے تم کون۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت مجھ پر غشی کی سی حالت طاری ہو گئی۔ اور میں سمجھا کہ مجھ سے غلطی ہو گئی اور میں گر پڑا جب یہ کیفیت ہوئی تو الہام ہوا کہ ہاں تجھ کو شفاعت کی اجازت ہے۔ حضرت اقدسؑ نے پھر شفاعت کی اور وہ لڑکا تندرست ہو گیا۔ اب ماشاءاللہ جوان ہے۔

لاغلبن انا ورسلی کا نظارہ

الغرض دنیا نے آپ کے مقابلہ میں بہت کوشش کی کہ آپ کو مٹا دے۔ لیکن چونکہ خدا آپ کی طرف

تھا۔ اس لئے دنیا آپ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکی۔ آپ کی قوم نے آپ پر مقدمے کیئے۔ اور جھوٹے مقدمات میں شہادتیں دیں۔ آپ کو زہر سے ہلاک کرنا چاہا۔ آپ کو قتل کرنیکی کوششیں کی گئیں۔ اور ایک وقت میں آپ کی دشمنی میں مسلمانوں کے بچوں کو زہر سے ہلاک کیا گیا۔ اس وقت جبکہ آپ کی مخالفت زوروں پر تھی ادھر یہ سامان تھے ادھر آپ کو پہلے سے ہی خدا کی طرف سے اطلاع مل چکی تھی جو شائع کر دی گئی تھی کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچّائی کو ظاہر کر دیگا۔ دنیا کی آپ کی مخالفت میں بڑھتی چلی گئی۔ اور خدا کے زور آور حملے جلالی نشانوں کے ساتھ آپ کی صداقت ظاہر کر کے دنیا کو ادھر لاتے رہے ؎

یہ پیشگوئیاں قبل از وقت شائع ہوئیں

آنحضرتؐ کے وقت میں چونکہ پریس نہیں تھا اس لئے لوگوں نے کہا کہ یہ باتیں بعد میں بنائی گئیں۔ لیکن یہ پیشگوئیاں جو آنحضرتؐ کی صداقت کیلئے کی گئی ہیں پریس کے ذریعہ قبل از وقت موافق و مخالف میں شائع کی گئیں اور ایک لمبا عرصہ وقوع کے قبل شائع کی گئیں اسلئے ان کے متعلق دشمن یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ بعد میں بنائی ہوئی پیشگوئیاں ہیں کیونکہ یہ چھپی ہوئی دنیا کے ہاتھوں میں پہلے سے موجود ہیں ؎

سلسلہ برکات مسیح موعودؑ جاری ہے

بالآخر میں کہتا ہوں کہ وہ برکات جو مسیح موعودؑ کو دی گئیں وہ آپ پر ہی ختم نہیں ہو گئیں جیسا کہ مسیحؑ کی برکات مسیحؑ پر ہی ختم نہ ہو گئی تھیں آج بھی ہم میں ایسے ہیں جن سے خدا کلام کرتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ طریق فیصلہ یہ ہے کہ مریض لیکر دعا کرو خدا ہمارے زیادہ مریضوں کو صحت دیگا۔ یہ چیلنج ہماری طرف سے بارہا ہو چکا ہے اور انعام کے ساتھ ہے لیکن کسی مذہب نے ادھر توجہ نہیں کی ؎

فقیر محمد خاں شہاب احمدی مالیر کوٹلوی
دارالامان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ختم نبوّت

بجواب اسلامی چیلنج

رقمزدہ مولنا مولوی عبید اللہ صاحب احمدی مبلغ سینٹ پیری (مارشیس)

چند روز ہوئے کہ ہمارے بعض دوست شہر پورٹ لوئی گئے جو مارشیس کا کیپٹل ہے انکی معرفت مخالفوں کی طرف سے بیس کے قریب پمفلٹ جنپر میرا نام لکھا ہوا تھا مجھے پہنچے۔ میں نے ان سب کا جواب دینا اس لئے ضروری نہ سمجھا کہ ان تمام باتوں کے جوابات ہماری طرف سے سینکڑوں دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔ بعض باتیں جن کا جواب دینا ضروری سمجھا اس کی غرض صرف یہ تھی کہ یہاں کے لوگ مبسوط کتابوں کو پڑھنا ذرا دشوار سمجھتے ہیں۔ اور چھوٹی کتاب کو بہت جلد پڑھ لیتے ہیں۔ اسمیں زیادہ وقت خرچ نہیں ہوتا۔ اس لئے مسئلہ **ختم نبوّت** کا جواب میں نے چھوٹے رسالہ کی صورت میں دیا ہے۔ اور وہ بھی مخالفین کے مسلمات سے چنانچہ اس وقت میں جس پمفلٹ کا جواب لکھتا ہوں اس کا نام "اسلامی چیلنج" ہے۔ جو مونگیری مولویوں کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ اور اس میں بڑے زور سے کہا گیا ہے کہ کوئی مرزائی اس کا جواب نہ دے سکتا ہے اور نہ دیگا۔ اس میں ختم نبوت پر بڑا زور مارا ہے اور کوشش کی ہے کہ کسی طرح نعوذ باللہ من ذالک آنحضرت ابتر ثابت ہو جائیں اور آپ کی نسل روحانی کا سلسلہ منقطع ثابت ہو جائے۔ اور اس کی تائید میں بہت سی احادیث پیش کی ہیں۔ حالانکہ ان تمام احادیث کا نہایت مدلل اور مسکت اور مفصل جواب ہماری طرف سے دیا جا چکا ہے۔ دیکھو "ختم نبوت کی حقیقت" مصنفہ مولوی عمر الدین صاحب اور "النبوۃ فی خیر الامۃ" مصنفہ

شیر اسلام اور کتاب لاجواب حق الیقین مصنفہ مولانا مولوی عبید اللہ صاحب بسمل ۔ چونکہ خدا تعالےٰ کا منشا ہے کہ اس جزیرے کے کونے کونے میں تبلیغ احمدیت کا ڈنکا بجائے ۔ اسلئے اس نے ہماری شہرت کا سامان ان مونگیری مولویوں کی معرفت کرادیا ہے ۔ کیونکہ ہمارا دشمن اسوقت تک ہمارے نزدیک نہیں آسکتا جب تک اس کے ہاتھ میں ہتھیار نہ ہوں ۔ اب خدا نے یہ سامان کردیا کہ انہیں مونگیر کے تیز ہتھیار مل گئے ہیں اب وہ ضرور بالضرور ہم پر حملہ کرینگے ۔ مگر خدا کے فضل سے جب وہ اپنے ہتھیاروں کو کند اور بیکار پائینگے تو خود بخود شکار احمدیت ہوجائینگے سو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سب نیک روحوں کو احمدیت کے قریب لائے تاکہ وہ اس کے اثمار شیریں سے متمتع ہوکر رضوان اللہ کا مرتبہ حاصل کریں ۔ آمین

اعتراض اوّل "قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ یقیناً جھوٹا ہے کیونکہ خاتم النبیین کے معنی لغت عرب میں اور محاورہ عرب میں آخر النبیین کے ہیں ۔ یعنی تمام انبیاء اور ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنے والے پھر آپ کے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں" اسلامی جلیلغ ص۱۴

جواب اوّل معترض کا یہ کہنا کہ قرآن اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے دعویٰ بے حقیقت اور بے اصل اور محض جہالت کا نتیجہ ہے کیوں جناب من کیا سب اہل سنت کا یہ مسئلہ عقیدہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ نبی اللہ آسمان سے نزول فرمائینگے ۔ کان کھولکر سنو تمہارا پیر بخش لاہوری رسالہ "رفع عیسے" میں کیا کہتا ہے ۔

نزول عیسے علیہ السلام پر ایمان لانا ایسا ہی ہے جیسا قیامت اور حشر اجساد پر" ص۱

پھر اسی کتاب کے ص۱۵ کو پڑھو کہ نزول عیسے علیہ السلام پر کتنی حدیثوں کا طومار باندھ دیا ہے ۔ کیا پھر وہ عیسے ع نبی اللہ ۔ رسول اللہ ہونگے یا نہیں ۔ اگر ہونگے جیسا کہ سورہ مریم ع سے ثابت ہے وجعلنی نبیًّا" ۔ اور پارہ سوم سے کہ رسولاً الی بنی اسرائیل تو اعتراض باطل ۔ اگر معزول ہوں گے تو ثبوت بقید آیت و احادیث صحیحہ دو ۔

جواب دُوم پھر مولنا صاحب نانوتوی جو آپکے علماء دیوبند میں سے قرآن وحدیث کے ماہر ہیں اپنی کتاب تحذیر الناس کے ص۲۸ پر فرماتے ہیں :-

"بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا"

افسوس اور ہزار افسوس آپ کی حالت پر کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر تو بہت چیخے اور چلائے۔ مگر مولٰنا قاسم صاحب سے یہ نہ پوچھ لیا کہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں کہ آنحضرت کی صحیح احادیث "لا نبی بعدی" "انا العاقب" ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت" کے خلاف یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کچھ فرق نہیں آسکتا۔

(ب) پھر سنو تم کو وہ کیا بناتے ہیں۔ اور کیا خطاب دیتے ہیں۔ تحذیر الناس صہ ۲

"اول معنی خاتم النبیین کے معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے۔ کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں"

اس حوالہ سے معلوم ہو گیا کہ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا کہ آپ آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد نبی نہیں آئیگا اس کو عوام کا خیال ظاہر فرماتے ہیں۔ اب آپ خود سمجھ لیں +

جواب سوم ۳ اب دیکھو کہ آپ کے مسلمہ مفسر در منثور فی التفسیر بالماثور للامام السیوطی۔ پانچویں جزو صہ ۲۰۴ مطبوعہ مصر میں آیت خاتم النبیین کی تفسیر کرتے ہوئے حدیث عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ" کو لاکر آیت مذکورہ کے معنے کھولتے ہیں۔ اگر ان کے نزدیک آیت کے وہی معنی ہوتے جو مونگیری مولوی خیال کئے بیٹھے ہیں تو اس حدیث کو اس کی تفسیر میں ہرگز ہرگز نہ لاتے۔ آپ کے نزدیک کیا وہ محاورہ عرب لغت عرب قرآن اور احادیث سے ناواقف تھے۔

جواب چہارم "آنحضرت کے بعد کسی نبی کے نہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ لغت عرب اور محاورہ عرب میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں بحوالہ قاموس و لسان العرب"

تھوڑی دیر کے لئے ہم آپ کے معنی تسلیم کئے لیتے ہیں اور یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین کے لئے جاویں تو پھر تمام اہل سنت کے مسلمہ

عقیدے کو کیا کروگے کہ عیسے علیہ السلام آخری زمانہ میں دوبارہ نزول فرماوینگے۔ تو اس صورت میں کون آخر النبیین ہوگا۔ حضرت عیسےٰ یا آنحضرت ملاحظہ ہو قول امام سیوطی تحذیر الناس ص۳۳ "وھذا یاتی عیسی فی اخر الزمان"

افسوس جو قاعدہ آپنے خود ہی بنایا اُسے خود ہی توڑا

جواب نمبر ۵ حضرت عائشہ صدیقہ کے علم و فضل سے آپ خوب واقف ہیں۔ وہ مونگیری ملاؤں سے بڑھکر قرآن اور احادیث رسول۔ اور محاورہ عرب ولغت عرب کو اعلےٰ درجہ کا سمجھنے والی تھیں اور آنحضرت کے حرکات و سکنات سے واقف دیکھو وہ کیا معنے خاتم النبیین کے کرتی ہیں:۔

"قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

یہ کہو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہو کہ اس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اب اس حدیث نے بتادیا کہ خاتم النبیین کے معنے وُہ نہیں جو نادان ملاں سمجھے بیٹھے ہیں۔ کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔ بلکہ اس کے معنے مایختم بہ یا ما یطبع بہ کے ہیں یعنی آپ کی ذات بابرکات مثل اس منقوش نگینہ کے ہے جس کے ساتھ انبیاء اللہ کی کتاب نبوت پر مہر تصدیق کی جاتی ہے۔ بغیر آپ کی تصدیق کے ان کی نبوت مصدق نہیں سمجھی جاتی۔

(۲) تفسیر فتح البیان میں ہے انہ صار کالخاتم الذی یختمون بہ و یتزینون بکونہ منہم یعنے انبیاء آنحضرت کے وجود کو اپنے گروہ کے لئے موجب زینت سمجھتے ہیں (۳) ابن خلدون لکھتے ہیں یطلق لفظ الخاتم علی اثر الناشی عنہ یعنی اس نشان پر بولا جاتا ہے۔ جو مہر لگانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی غرض کسی امر کی تصدیق یا صحت یا حفاظت مافی الظرف ہوتی ہے۔ اور ان تینوں معنوں کے رو سے آئندہ نبوت بند ہونے کا مفہوم نہیں نکلتا (۴) الخواتیم ارادبھا اشیاء یعرفون بہا (مجمع بحار الانوار) خاتم النبیین کے معنے علامت النبیین۔ یعنی آپکی ذات معیار نبوت ہے۔ جو علامت خدا تعالیٰ نے آنحضرت کے لئے رکھی ہے۔ وہ معیار صداقت کل انبیاء ہے (۵) اگر بالکسر خاتم ہو۔ تو گو اس کی تائید کسی صحابی سے نہیں

ہوتی۔ تاہم اس کے معنی مہر والے ہی ہونگے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ آپ انبیاء کے خداوند مہر یعنے سلطان النبیین سید المرسلین ہیں اور اگر مفعولی قرار دیا جائے تو معنے ہونگے۔ الذی ختم علی صدق دعوتہ النبیون آپ کے دعویٰ کی صداقت پر انبیاء نے مہر کی۔ اگر ختم الشئے یختمہ ختما اے بلغ آخرہ معنے لئے جاویں تو بھی اس کی یہی معنی ہونگے کہ آپ ازروے کمالات اقصے مدارج نبوت پر پہنچ گئے ہیں۔ یعنی بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی۔

اعتراض دوم﴿"ابن ماجہ میں ابو امامۃ الباہلی سے ایک حدیث مروی ہے۔ اس میں رسول اللہ کا یہ ارشاد ہے انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم اسپر غور کرو۔ کہ اس حدیث میں صاف لفظ آخر الانبیاء ہے۔ خاتم الانبیاء نہیں ہے۔ جس سے ثابت ہوا کہ خاتم الانبیاء کے معنی آخر الانبیاء ہیں۔" اسلامی چیلنج ۵۔

جواب اول﴿ مولانا عبدالشکور صاحب ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیں کہ آنحضرت کا اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دینا اور دوسری طرف آپ کا اپنے آپکو آخر الانبیاء فرمانا کیا بتاتا ہے۔ حالانکہ آپ نزول عیسےٰ کی احادیث اور آخر الانبیاء کی سب احادیث صحیح اور غیر مؤول مانتے ہیں۔ اب یہ دونو معارض پڑی ہیں۔ انہیں سے کونسی صحیح اور کونسی غلط ہے۔

جواب دوم﴿ اگر آپ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء یعنی ہر قسم کے نبیوں کے بعد آنیوالے ہیں اور آپکے بعد کوئی نبی آنیوالا نہیں۔ تو آپ کی خدمت میں میری یہ التماس ہے کہ آپ صحیح مسلم کی اس حدیث کے کیا معنے فرماتے ہیں۔ جو باب فضیلۃ الصلوۃ فی المسجد المدینۃ ومکہ کتاب الحج میں آتی ہے:۔

"انی آخر الانبیاء وان مسجدی آخر المساجد"۔

ترجمہ میں انبیاء کا آخر ہوں اور میری مسجد مسجدوں کا آخر ہے۔

اگر آپ میں کچھ دیانت اور امانت ہے۔ تو مجھے بتائیے کہ کیا اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ میری مسجد کے بعد اب کوئی مسجد دنیا میں تعمیر نہ ہوگی۔ آیا تیرہ سو سال میں کوئی مسجد امت مسلمہ میں تعمیر ہوئی یا نہیں۔ اگر ہوئی تو اعتراض باطل۔ اور اگر کہو کہ نہیں ہوئی

تو یہ واقعات کے خلاف ہے پس اگر آخر الانبیاء کے یہ معنی ہیں کہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو آخر المساجد کے بھی یہی معنے کرنے پڑینگے۔ کہ اب کوئی مسجد بھی دنیا میں نہیں بن سکتی اب جب کہ "وحی خداوندی کی تفسیر صاحب وحی نے کردی ہے"۔ تو اس صورت میں نہ ماننا دونوں کا انکار ہے۔

جواب سوم } وہی ہے جو میں پہلے سوال کے دوسرے جواب میں دے چکا ہوں +

اعتراض سوم } "سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی"۔ میری امت میں تیس جھوٹے ہونگے اور ہر ایک اپنے آپ کو اللہ کا نبی سمجھیگا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کسی قسم کا نبی آنے والا نہیں۔

جواب اوّل } افسوس ہے کہ معترض چونکہ ایک ہی بات کو بار بار دھراتا ہے مجبوراً ہم کو بھی اس کا جواب دینا پڑتا ہے۔ نزول عیسےٰؑ کا عقیدہ سب مسلمانوں کے نزدیک مسلمہ ہے دیکھو تحذیر الناس ص۳ علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے عصر میں کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہو سکتا۔ اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہوگا۔ وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہوگا۔ چنانچہ تقی الدین سبکی سے جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ الاعلام بحکم عیسےٰؑ میں نقل کرتے ہیں:۔

وھذا یاتی عیسے علیہ السلام فی اٰخر الزمان علی شریعتہ الخ

اب مولنا صاحب بتائیے وہ بھی جھوٹے ہونگے؟ نبی اللہ ہونگے یا نہیں ختم نبوت کے توڑنے والے ہونگے یا نہیں افسوس جو باتیں تم بتاتے ہو تمہارے مسلمات ہی تم کو ملزم بنا دیتے ہیں۔

رہا آپ کا یہ اعتراض کہ لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا ہے اس لئے نبی کی نفی کی گئی ہے"۔ سو اس کا جواب کان کھول کر سنو۔ مبادا کہیں یہ اعتراض دوبارہ کرو اور کسی سے منہ کی کھاؤ۔ اس کا پہلا جواب تو وہی ہے جو ائمہ اسلام نے دیا ہے جو قرآن احادیث اور محاورہ عرب لغت کو تم سے زیادہ سمجھنے والے تھے۔ چونکہ ان کی تشریح

قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اس میں چون وچرا کرنے کی مجال نہیں دیکھو تمہارے مسلمہ بزرگ امام شعرانی کی تشریح جو اس حدیث پر اپنی کتاب الیواقیت والجواہر مطبوعہ مطبع میمنہ کی جلد دوم ص۲۲ میں فرماتے ہیں:-

"فان مطلق النبوة لم يرتفع وانما ارتفع نبوة التشريع كما يؤيده حديث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوة بين جنبيه فقد قامت به النبوة بلاشك وقوله صلعم لا نبي بعدي ولا رسول بعدي المراد به لا مشرع بعدي"

ترجمہ نبوت مطلقہ کا سلسلہ بند نہیں ہوا صرف نبوۃ تشریعی بند ہوگئی جیسے کہ یہ حدیث جسنے قرآن حفظ کیا نبوۃ اس کے دونو پہلوؤں میں درج ہوگئی۔ اس کی تائید کرتی ہے پس اس سے بلاشبہ نبوۃ قائم ہوگئی اور آنحضرت صلعم کا یہ قول کہ میرے پیچھے کوئی نبی نہیں اور نہ رسول۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کوئی تشریعی نبی آپ کے بعد نہیں۔"

اب اس قول نے نہایت صفائی سے بتا دیا کہ حدیث لانبی بعدی اور لا رسول کے کیا معنی ہیں لو اگر تسلی نہ ہوئی تو میں دوسرا حوالہ اسی حدیث کی تشریح میں سید الاولیا حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر کا درج کرتا ہوں جیسے وہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ کی جلد ۲ ص۳ پر پچیسویں سوال میں فرماتے ہیں

"فما ارتفعت النبوة بالكلية لهذا قلنا ارتفعت نبوة التشريع هذا معنى لا نبي بعدي"

نبوت بالکل نہیں اٹھی بلکہ تشریعی نبوۃ اٹھ گئی ہے۔ یہ معنی ہیں لا نبی بعدہ کے

پھر فرماتے ہیں۔

"فعلمنا ان قوله لا نبي بعده اي لا مشرع خاصة لانه لا يكون بعده نبي"

پس ہم نے یقین کر لیا کہ لا نبی بعدہ سے شرعی نبی کا امتناع نکلتا ہے نہ یہ کہ آپکے بعد کوئی نبی نہ آئیگا۔

پھر حضرت عائشہ رض کا قول جو لا نبی بعدہ کو صاف کر دیتا ہے اور حضرت امام طاہر بھی اس قول کی یہ تشریح میں فرماتے ہیں

"وهذا ناظر الى نزول عيسى وهذا ايضا لا ينافي حديث لا نبي بعدي لانه اراد لا نبي بعده ينسخ شرعه"

حضرت عائشہ کا قول دلیل ہے نزول عیسے پر اور عیسے نبی اللہ کا نازل ہونا حدیث لانبی بعدی کے منافی نہیں ہے کیونکہ لا نبی کا منشا یہ ہے کہ کوئی نبی جو آپکی شریعت کو منسوخ کرنیوالا ہو آپ کے بعد نہ ہوگا۔

کیا اس قدر لوگ لا نفی جنس کو نہ سمجھنے والے تھے۔ اور محاورہ عرب و لغت سے محض بے بہرہ تھے۔ پس خدا کیلئے مخلوق خدا کو مت بہکاؤ خدا سے ڈرو ایک روز مر کر اس کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ اگر آپ کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو میں ایک خاص کتاب سے جو آپ کی جماعت سے نکلی ہے لانبی بعدی کے معنے بتا دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہو کتاب شہادت آسمانی ۲ صفحہ ۶۵ میں آپکے دوست مولوی عبد العزیز بی۔اے۔ ایل بھاگلپوری فرماتے ہیں:۔

"جسطرح عربی کا یہ جملہ مشہور ہے کہ لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار یعنی کوئی جوان نہیں ہے مگر حضرت علی اور کوئی تلوار نہیں مگر حضرت علی کی تلوار جسکا نام ذوالفقار ہے + اب نہایت ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں ہو کہ حضرت علی کے سوا کوئی جوان نہیں ہے۔ صفحہ ۶۴ بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضرت علی ایسے عالی حوصلہ اور صاحب قوت جوان ہیں کہ اُن کے مقابلہ میں گویا دوسرا جوان نہیں ہے۔" صفحہ ۶۵

اب فرمائیے جناب مولنا صاحب آپ کا وہ قاعدہ کہاں چلا گیا۔ جب ایسے صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ ایسے صاف جملہ سے جو چاہیں مطلب نکال لیں تو۔ اگر ہم بھی لانبی بعدی کے وہی معنی لیں جو آپکے بی۔اے صاحب نے اور تمام ائمہ اسلام نے لئے ہیں۔ تو اس میں کونسا غضب ہو جاتا ہے۔ افسوس اتنی ٹھوکریں کھاتے ہو۔ اور پھر نہیں سمجھتے۔

تیسرا جواب اسکا یہ ہے۔ دیکھو بخاری علامات النبوۃ فی الاسلام)

اذا ہلک کسری فلا کسری بعدہٗ — جب کسریٰ مر جائیگا۔ تو کوئی کسریٰ اس کے بعد نہ ہوگا

اذا ہلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ — اور جب قیصر مر جائیگا تو کوئی قیصر اس کے بعد قیصر نہ ہوگا

اب خدا کے لئے غور کرو کہ یہ دونوں جملے۔ لا نبی بعدی۔ اور لا قیصر۔ ایک ہی قسم کے جملے ہیں یا نہیں۔ کیا دیانتدار محدثین نے اسپر ہاتھ پاؤں مار کر یہی مطلب نہیں نکالا کہ قیصر کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا۔ جو پہلے قیصر جتنی حکومت رکھتا ہو۔ چنانچہ فتح الباری میں اس حدیث کے نیچے لکھا ہے۔

قال الخطابی معناہ فلا قیصر بعدہ یملک مثل ما یملک۔ پس لا قیصر

نے لانبی کے معنی صاف کر دئے کیونکہ قیصر کے بعد اس کا بیٹا قیصر ہوا۔ پس اسی طرح لانبی بعدی کے ہوتے ہوئے حضرت مسیح موعود جو آپ کے فرزند روحانی تھے۔ آپ کے بعد نبی ہوئے؁

چوتھا جواب اگر آپ لانبی بعدی سے مراد لانفی جنس کا لیتے ہیں۔ تو ان احادیث کا آپکے پاس کیا جواب ہے۔ لادین لمن لا عھد لہٗ "لاایمان لمن لاامانۃ لہٗ" "لانکاح الا بولی" "لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب" "لا حسد الا فی اثنین"

اعتراض چہارم رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبی۔ کہ میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے۔ جس کے بعد کوئی نبی نہیں جس طرح پہلی حدیث سے ثابت ہوا تھا کہ حضور انور صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اسی طرح اس حدیث سے بھی ثابت ہوا" اسلامی چیلنج

جواب اول اس حدیث کا بھی صاف مطلب ہے۔ اور اس حدیث کو خود رسول صلعم کی حدیث نے نہایت ہی واضح کر دیا ہے۔ دیکھو بخاری "انا اولی الناس بابن مریم والانبیاء اخوۃ علاۃ لیس بینی و بینہٗ نبی" اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ میں حضرت عیسیٰ سے سب لوگوں سے زیادہ قریب ہوں اور انبیاء علاتی بھائی ہیں میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں؁

اب یہ دونوں جملے کہ لیس بعدہ نبی اور لیس بینی و بینہ نبی ایک ہی قسم کے ہیں اب بات یوں بنی کہ میرے پہلے عیسےٰ کے زمانہ تک کوئی نبی نہیں۔ اور میرے بعد بھی کوئی نبی نہیں۔ خواہ یوں کہو کہ حضرت عیسےٰ کے بعد بھی کوئی نبی نہیں زمانہ بعثت آنحضرت تک۔ اور آنحضرت کے بعد بھی کوئی نبی نہیں زمانہ قیامت تک۔ ان الفاظ نے بتا دیا کہ جو معنی آنحضرت کے پہلے نبی نہ ہونے کے ہیں۔ وہی بعد میں نبی نہ ہونے کے ہیں۔ جب ہم اصل حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ تو واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ کے بعد تین رسول اصحاب القریہ (انطاکیہ) کی طرف بھیجے گئے۔ جن کا ذکر سورہ یٰسین میں موجود ہے۔ اور مفسرین مانتے ہیں کہ وہ عیسےٰ علیہ السلام کے حواری

میں سے تھے۔ چنانچہ تفسیر کبیر والا علی فترۃ من الرسل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ کہ موسے ع سے عیسے ع کے زمانہ تک ایک ہزار نبی آیا۔ اور نبی کریم کے زمانہ تک صرف چار نبی آئے تین بنی اسرائیل میں سے اور ایک عرب میں سے جس کا نام خنظلہ بن صفوان ہے۔ پھر ایک دفعہ خالد بن سنان آنحضرت صلعم خدمت میں آئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا باپ نبی تھا اب معاملہ بالکل صاف ہوگیا۔

اور پھر اس حدیث کی تشریح حافظ حدیث ابن حجر عسقلانی کرتے ہیں۔

"والمراد انہ لم یبعث بعد عیسی نبی بشریعۃ مستقلۃ وانما بعث بعدہ من بعث بتقریر شریعۃ عیسی علیہ السلام"
(فتح الباری)

ترجمہ یا یہ مراد ہے (لیس بینی وبینہ نبی) کہ حضرت عیسے علیہ السلام کے بعد مستقبل شریعت کے ساتھ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ اور وہ جو آپ کے بعد مبعوث ہوئے۔ وہ شریعت عیسوی کے ماتحت ہوئے

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بتا دیا۔ کہ لیس بعدہ نبی سے میری وہی مراد ہے۔ جو لیس بینی وبینہ نبی سے ہے۔ خدا تعالیٰ تم لوگوں کو سمجھ دے کہ تم لوگ بلا سوچے سمجھے اعتراض جڑ دیتے ہو۔ اور نہیں سمجھتے کہ ہماری تلوار ہمارے ہی سر پڑے گی۔

اعتراض پنجم } حضور انور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی" رسالت اور نبوت ختم ہو گئی۔ پس کوئی نبی یا رسول میرے بعد نہیں۔ چیلنج ص ۲۵

جواب اول } اول تو ہم اس حدیث کا جواب مختلف جگہ پر دے آئے ہیں۔ اور یہ کوئی نئی حدیث نہیں بلکہ وہی مضمون جو دوسری

حدیثوں میں ہے۔ اس میں بھی پایا جاتا ہے۔ مگر ہم مولٰنا کی خاطر حضرت محی الدین صاحب کے الفاظ میں جواب دے دیتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب فتوحات مکیہ ص۳ جز دوسری۔ باب تہترویں میں فرماتے ہیں :۔

"فان النبوة التی قد انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما ھی نبوة التشریع لا مقامھا فلا شرع یکون ناسخاً لشرعہ ولا یزید فی شرعہ حکما اخر وھذا معنی قولہ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی بعدی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا یکون تحت حکم شریعتی

پس تحقیق وہ نبوت جو وجود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ختم ہو گئی ہے۔ وہ نبوت تشریعی ہے۔ نہ مقام نبوت پس کوئی شریعت آپ کی شریعت کو منسوخ نہ کریگی اور نہ کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ کیا جاویگا اور یہی معنی ہیں۔ آنحضرت کے اس قول کے کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ پس میرے بعد کوئی رسول یا نبی نہیں ہوگا۔ یعنی میرے بعد ایسا کوئی نبی نہ ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ جب کوئی رسول ہوگا۔ تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا:۔

تعجب ہے اکابر اہل سنت کا ہمیشہ سے یہ مذہب رہا ہے کہ مسیح موعود آخری زمانہ میں آئے گا اور نبی اللہ ہوگا اور پھر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت پر اعتراض کرتے ہیں ٭

صحیح مسلم کی حدیث بروایت نواس بن سمعان میں آنے والے مسیحؑ کو نبی اللہ فرمایا گیا۔ (۲) پھر سنن ابوداؤد میں ہے عن ابی ھریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس نبی۔ بینی وبینہ ای عیسٰی وانہ نازل۔ (۳) مولٰنا عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب اجر الناس صفحہ ۸۵ پر لکھتے ہیں یاتی

عیسیٰ بن مریم فی آخر الزمان علیٰ شریعۃ محمد و ھو نبی"۔ (۴) شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (فتوحات مکیہ جلد ۲ باب ۷۳) ان عیسیٰ بن مریم نبی و رسول اللہ لا خلاف انہ ینزل فی آخر الزمان۔

مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہے کہ آنحضرت ؐ کے بعد کم از کم ایک نبی اللہ آنے کے اکابر اہل سنّت قائل رہے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض نے صاف طور پر اقرار کیا ہے۔ کہ نبوّت غیر تشریعی کا سلسلہ بند نہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ نہایت محفوظ ہے۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت تشریعی کا دروازہ بھی بند سمجھتے ہیں۔ اور ایسی نبوّت غیر تشریعی کے بھی قائل نہیں جو بغیر استفاضۂ و اتباع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ ہمارے نزدیک ایسے نبی کا آنا بھی ختم نبوّت کے خلاف ہے جو آنحضرت ؐ کی اُمّت میں سے نہ ہو چنانچہ حضرت صاحب ؑ فرماتے ہیں:-

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھیرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپکے بعد براہ راست فیوض نبوّت منقطع ہوگئے اور اب کمال نبوّت صرف اسی شخص کو ملیگا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا × × × × ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوّت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہ راست مقام نبوّت حاصل کرسکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوّت چراغ نبوّت محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو۔

(ریویو پر مباحثہ)

یہی وجہ ہے کہ ہم آنحضرت ؐ کے بعد مسیح اسرائیلی آنے کے قائل نہیں کیونکہ نبوّت ختم ہوچکی ہے۔ اور حضور خاتم الانبیاء ؐ کے بعد ایسا نبی غیر تشریعی بھی نہیں آسکتا جسے کمالات نبوّت بفیض اتباع نبوّت محمّدیہ نہ ملے ہوں۔

اس موقعہ پر حضرت مرزا صاحب ؑ اپنی نبوّت سے جو مراد لیتے ہیں وہ بیان کردینا بھی ضروری ہے تاکہ کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ آپ ایسی نبوّت کے مدعی تھے جس کے ساتھ شریعت ہوتی ہے۔ یا جو سابقہ شریعت کی ترمیم و تنسیخ کرتی ہے یا براہ راست ملتی ہے فرماتے ہیں:-

"ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ و کثرۃ انباء من اللہ و کثرۃ ما یوحیٰ و یقول ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ بل ہی درجۃ لا تعطی الا من اتباع نبینا خیر الوریٰ۔ والشریعۃ تبقی بحالہا لا ینقص منہا حکم ولا تزید ہدی و یقول انی احد من الامۃ النبویۃ ثم مع ذلک کان فی اللہ نبیا تحت فیض النبوۃ المحمدیۃ و وحی الیٰ ما اوحی فلیست نبوتی الا نبوتہ۔

[illegible]

تصحیح

مجھے افسوس ہے کہ میری بیماری کی وجہ سے پچھلے رسالے کے کاپی پروف کی پوری نگرانی نہ ہو سکی اور منشی فضل حسین صاحب کے مضمون کا عنوان غلط چھپ گیا۔ صحیح عنوان "کلجگ کے کلکی اوتار کی آمد کا مژدہ" ہے۔ مضمون کے اندر بھی ایک جگہ کلکی اوتار کی بجائے کلکی پوران آ گیا ہے۔ ناظرین تصحیح فرما دیں۔

کاتب کی ضرورت

قادیان میں کاتبوں کی بہت ضرورت ہے۔ ہمارے احباب توجہ فرمائیں یہ فن سیکھ کر نہ صرف سلسلہ کے تبلیغی کاموں میں معاون ہو سکتے ہیں بلکہ اپنی وجہ معاش کا خوب بندوبست کر سکتے ہیں۔ فی الحال اپنے قرب و جوار یا حلقہ واقفیت میں کوئی کاتب ہو تو اسی کو بھجوانے کا انتظام کریں۔ مگر کاتب کا خط اردو عربی بہت اچھا ہونا چاہیئے۔ اجرت معقول دیجائیگی۔ کاتب نہ ملنے کی وجہ سے پچھلے مہینہ ہمارے بعض اخبار نہیں نکل سکے۔ کیونکہ مضمون باہر بھیجکر لکھوانا سخت دشوار ہے۔

جب تک سید فیروز شاہ صاحب مرحوم زندہ تھے تشحیذ کو کبھی دقت نہیں پیش آئی مگر اب تشحیذ کے لئے بھی کوئی کاتب نہیں۔ اس رسالہ کا مضمون میں نے دو بار قادیان سے باہر بھیجا مگر تمام لکھا ہوا آنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔ پھر مختلف کاتبوں سے لکھوایا ہے۔ اور بوجہ تنگیٔ وقت مجھے شک ہے کہ رسالہ لیٹ نہ ہو جائے۔ باوجود اپنی سخت بیماری اور کاتب نہ ملنے کے رسالہ کو وقت پر شائع کرا دینا میں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل سمجھتا ہوں۔

چند مفید رسالے

ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد مخالفین کے اعتراضات کے جواب میں حضرت مرزا محمود احمدؓ صاحب موجودہ خلیفۃ المسیح نے ایک رسالہ "صادقوں کی روشنی" لکھا تھا۔ وہ مدت ہوئی ختم ہو چکا ہے لیکن فائلوں کی الٹ پلٹ میں چند رسالے تشحیذ الاذہان کے ملے ہیں جنمیں "صادقوں کی روشنی" اور الوصیت نہایت اعلیٰ کاغذ پر تمام و کمال چھپی ہوئی موجود ہے۔ چونکہ یہ رسالے بھی نایاب ہیں اسلیئے میں اطلاع دیتا ہوں کہ جو صاحب لینا چاہیں ایک روپیہ فی رسالہ کے حساب سے خرید لیں۔ ورنہ پھر موقعہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔ اسی طرح **مرزا احمد بیگ کی پیشگوئی** والا ٹریکٹ جس میں مرزا سلطان محمد کی دستی تحریر کا عکس بھی ہے۔ ختم ہو چکا ہے مگر کچھ رسالے تشحیذ کے مل گئے ہیں جو ۸ر فی رسالہ کے حساب سے دیئے جائینگے یہ رسالہ نہایت کم تعداد میں رہا ہے۔ جو صاحب چاہیں جلد منگوا لیں۔

مینیجر تشحیذ

(رجسٹرڈ ڈی ال نمبر ۵۶۴)

امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت ہی مفید مارکین ملک کی مشہور دوائیں وائی برنیم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اسکی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے۔ یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے اس لئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے اس سے حیض کی خرابی یعنی کم زیادہ دنوں میں حیض ہونا۔ کمر، پیڑو، جانگھوں اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ دور ہوتا ہے قیمت عہ محصولڈاک ۶/ دیکھئے جناب غلام جیلانی محمد عبد اللطیف صاحب سوداگر شہر ناگپور سے کیا تحریر فرماتے ہیں میرے مکان میں عرصہ ۳ ماہ سے رحم کی بیماری کی شکایت تھی مریضہ بہت ہی کمزور ہوگئی تھی حکیموں ڈاکٹروں نے بہت کچھ علاج کیا مگر کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا سبھوں نے تیسرے درجہ کا تپ دق تجویز کیا تھا آخر مایوس ہو کر آپ کی بنائی ہوئی امراض مستورات کی جیبی شاپ ناگپور سے خرید کر استعمال کرایا خدا کی عنایت سے پہلے ہی روز سے پیٹ کا درد کم ہونے لگا بہت جلد فائدہ ہوا۔ ماہواری حیض بھی خلاصہ ہوا ایک شیشی شروع کرادی گئی ہے مریضہ کو طاقت بھی آگئی ہے اور چہرہ پر رونق معلوم ہوتا ہے میری اس تحریر کو خدا واسطے مشتہر کر دیجئے تاکہ بیچاری ہندوستانی عورتیں اس دوا سے فائدہ اٹھائیں

فصلی بخار اور طحال کی دوا

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کی دوا کا آپ دیکھتے ہونگے ایمیں عموماً کونین رہتی ہے اس لئے یہ دوائیں بخار کو کچھ وقت کیلئے روک تو دیتی ہیں لیکن آرام نہیں کر سکتی ہیں ایسے بخار کیلئے ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا خاص دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے اس میں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ (۳) یہ تلی کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱۲؍ شیشی خورد ۸؍ محصولڈاک ۶/ اور ۸/

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ